احسن الحدیث — حافظ ندیم ظہیر

نہ نکلو تم یوں عیاں ہو کر

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صٰلِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ○ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ○ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ○ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ○

اور تم میں سے جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گی اور نیک کام کرے گی ہم اسے اجر (بھی) دوہرا دیں گے اور اس کے لئے ہم نے بہترین روزی تیار کر رکھی ہے۔ اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تم پرہیزگاری اختیار کرو تو نرم لہجے سے بات نہ کرو کہ جس کے دل میں روگ ہو وہ کوئی خیال کرے بلکہ صاف سیدھی بات کرو۔ اور اپنے گھروں میں ٹک کر رہو اور (قدیمی) جاہلیت کی طرح اپنے بناؤ کا اظہار نہ کرو اور نماز ادا کرتی رہو اور زکوٰۃ دیتی رہو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت گزاری کرو۔ اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کی گھر والیو! تم سے وہ (ہر قسم کی) گندگی کو دور کر دے اور تمھیں خوب پاک کر دے اور تمہارے گھروں میں اللہ کی جو آیتیں اور رسول کی جو احادیث پڑھی جاتی ہیں ان کا ذکر کرتی رہو یقیناً اللہ تعالیٰ لطیف اور باخبر ہے۔ [الاحزاب: ۳۱ تا ۳۴]

فقه القرآن:

- ❑ اب ان آیات میں موضوع کا رخ بدل رہا ہے۔ عورتوں کی تربیت بالخصوص پردے کی اہمیت و فرضیت کے متعلق آگاہی دی جارہی ہے۔
- ❑ شرف و عزت تقویٰ کی بنیاد پر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ ﴾ اللہ کے نزدیک تم سب سے باعزت وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہو۔ [الحجرات: ۱۳]
- ❑ ''تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو'' سے بعض لوگ پردے کے سارے احکام نبی ﷺ کی بیویوں کے لئے خاص کرتے ہیں۔ حالانکہ متصل بعد والی آیات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ احکام عام ہیں، ہر عورت کے لئے لازم ہیں جیسا کہ نماز، زکوٰۃ، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت گزاری وغیرہ جب یہ عام ہیں تو صرف ''پردہ'' امہات المؤمنین

کے لئے کیسے خاص ہو گیا؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی بیویاں شرف وفضیلت کے لحاظ سے عام عورتوں کی طرح نہیں ہیں لیکن پردے کا حکم عام ہے۔

- عورتوں کو غیر محرم حضرات سے بامقصد اور سخت لہجے میں بات کرنی چاہئے، اور ان کو ایسا انداز اختیار کرنا کہ جس سے غیر محرم شخص وساوس واوہام کا شکار ہو، حرام ہے۔
- بلاضرورت عورت کا گھر سے باہر نکل کر بازاروں، مارکیٹوں، گلیوں اور محلوں میں بے پردہ گھومنا ممنوع وحرام ہے۔ البتہ ضرورت کے تحت سادگی اور پردے کی حالت میں وہ گھر سے باہر جاسکتی ہے۔
- قرآن مجید کی واضح نص سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کی بیویاں ''اہل بیت'' میں سے ہیں۔ ایسے ہی صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ (نبی ﷺ کی بیویوں کے ساتھ ساتھ) سیدہ فاطمہ، سیدنا علی، سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہم بھی اہل بیت میں شامل ہیں۔ دیکھئے صحیح مسلم (۲۴۲۴، ۲۴۰۸) لیکن صرف آخرین کو اہل بیت ماننا اور امہات المؤمنین ازواج النبی ﷺ کو خارج از اہل بیت سمجھنا کسی صحیح دلیل سے ثابت نہیں ہے۔ یہ صرف روافض وشیعہ کی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن سے دشمنی وبغض کا ثبوت ہے۔
- ''حجیت حدیث'' کا اثبات کیونکہ حکمۃ سے مراد حدیث رسول اللہ ﷺ ہے امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح میں قتادہ رحمہ اللہ سے ﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ﴾ کی تفسیر من آیت اللہ والحکمۃ سے مراد القرآن والسنۃ بیان کرتے ہیں [بخاری: قبل حدیث ۴۷۸۶] واضح رہے کہ سنت اور حدیث مترادف الفاظ ہیں اور ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

پروف ریڈنگ کی غلطیاں

قارئین کرام!

رسالہ ''الحدیث'' میں علمی وتحقیقی معیار کے ساتھ ساتھ کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ (مراجعت) پر خاص توجہ دی جاتی ہے۔ اللہ کے فضل وکرم سے روئے زمین پر یہ واحد رسالہ ہے جس میں ہر روایت وحوالہ اصل کتاب سے بطورِ استدلال صحیح وحسن لذاتہ (ثابت شدہ) معیار کے مطابق ہی لکھا جاتا ہے، بصورت دیگر وضاحت کردی جاتی ہے۔ لیکن بصد افسوس عرض ہے کہ پوری کوشش اور محنت کے باوجود کمپوزنگ کی بعض غلطیاں پروف ریڈنگ سے رہ جاتی ہیں مثلاً سابقہ شمارے (21) میں ''لا يهولنكم'' کے بجائے ''لايهو لنم'' چھپ گیا (ص9) اس سے پہلے الحدیث: 19 میں ٹائٹل پر ذوالقعدہ کے بجائے ''ذوالحجہ/محرم'' چھپ گیا تھا۔ ادارہ ان غلطیوں کے لئے معذرت خواہ ہے۔

انتظامیہ ماہنامہ ''الحدیث'' حضرو

فقہ الحدیث

حافظ زبیر علی زئی

ایمان کے اعلیٰ درجے

أضواء المصابيح فی التحقيق مشكٰوة المصابيح

(٣٠) وعن أبي أمامة قال قال رسول الله ﷺ :من أحبّ لله وأبغض لله وأعطى لله ومنع لله فقد استكمل الإيمان ،رواه أبوداود.

(سیدنا) ابوامامہ (صُدَیُّ بن عجلان الباہلی رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ کے لئے محبت کرے اور اللہ کے لئے بُغض کرے اور اللہ کے لئے (اپنا مال) دے اور اللہ کے لئے (اپنا مال) روک لے تو یقیناً اُس کا ایمان مکمل ہوگیا۔ اسے ابوداود (۴٦٨١) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث:

اس روایت کی سند حسن (لذاتہ) ہے۔

اسے طبرانی نے بھی المعجم الکبیر میں **یحیی بن الحارث عن القاسم عن أبي أمامة** رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کیا ہے (۲۰۸/۸ ح ۷۷۳۷)

① یحییٰ بن الحارث الذِّماری: ثقہ ہیں، دیکھئے تقریب التہذیب (۷۵۲۲)

② قاسم بن عبدالرحمٰن ابوعبدالرحمٰن الدمشقی صاحب ابی امامہ: صدوق حسن الحدیث ہیں، جمہور محدثین نے انہیں ثقہ، صدوق وحسن الحدیث قرار دیا ہے۔ توثیق وتعریف کرنے والوں کے نام مع حوالہ درج ذیل ہیں:

یحییٰ بن معین (روایۃ الدوری: ۵۱۲۰، سوالات ابن الجنید :۵۱۴، ۵۷۱) ترمذی (۴۲۸، ۲۳۴۷) یعقوب بن سفیان الفارسی (المعرفۃ والتاریخ ۴۵٦/۲) بخاری (سنن ترمذی: ۳۱۹۵، ۲۷۳۱ وعلل الترمذی الکبیر ۵۱۲/۱) عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر (التاریخ الکبیر للبخاری ۱۵۹/۷ وسندہ قوي، البخاری بريٌ من التدلیس) ابن شاہین (الثقات: ۱۱۵۰) العجلی (التاریخ: ۱۵۰۵ قال: ''شامي تابعي ثقة يكتب حديثه وليس بالقوي'' یعنی وہ سعید بن جبیر وغیرہ کی طرح القوی نہیں ہے بلکہ عجلی کے نزدیک حسن الحدیث ہے۔) الحاکم (المستدرک ۸۳/۲ صحح لہ) الذھبی (الکاشف ۳۳۷/۲ وقال: ''صدوق'') البوصیری (صحح لہ فی زوائد ابن ماجہ: ۱۵۹۷ ووثقہ) المنذری (دیکھئے مسند احمد ۲٦۱/۵ ح ۲۲٦۰۳ والموسوعۃ الحدیثیۃ ۵۸٦/۳٦ ح ۲۲۲۴۸/ الترغیب والترھیب للمنذری ۹۹/۳ ح ۳۰۴٦) الہیثمی (دیکھئے المعجم الکبیر ۲۷۹/۸ ح ۷۹۱۳ ومجمع الزوائد ۳۳/۴) ابن حجر العسقلانی (تقریب التہذیب: ۵۴۷۰ وقال: ''صدوق یغرب کثیراً'' ثقہ وصدوق عند الجمہور، راوی پر ''یغرب کثیراً'' کوئی جرحِ قادح نہیں ہے۔ ان کے علاوہ درج ذیل علماء سے بھی توثیق وتعریف مروی ہے۔ ابوحاتم الرازی، یعقوب بن شیبہ، ابواسحاق الحربی اور ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی (دیکھئے تہذیب الکمال، نسخہ مصغرہ ٦/۴۷ وتہذیب التہذیب ۳۱۸/۸، ۳۱۹)

قاسم مذکور پر درج ذیل علماء سے جرح مروی ہے:
احمد بن حنبل، الغلابی، العقیلی، ابن الجوزی، ابن حبان اور زیلعی (نصب الرایہ ۱/۶۹)
اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ راوی جمہور محدثین کے نزدیک موثق ہے لہٰذا حسن الحدیث ہے۔
تنبیہ: حافظ ہیثمی لکھتے ہیں کہ: ''وهو ضعيف عند الأكثرين '' اور وہ (قاسم ابو عبدالرحمٰن) جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔ (مجمع الزوائد ۱/۹۶)
یہ قول دو وجہ سے غلط ہے:
❶ تحقیق کر کے یہ ثابت کر دیا گیا ہے کہ قاسم مذکور جمہور کے نزدیک موثق ہے۔
❷ حافظ ہیثمی بذاتِ خود اسے ثقہ کہتے ہیں كما تقدم آنفاً.

فقه الحديث:

① ثابت ہوا کہ ایمان قول و عمل کا نام ہے۔ ایمان زیادہ اور کم ہوتا ہے لہٰذا مرجئہ کا عقیدہ باطل ہے۔
② اپنا مال و دولت صرف انہی مصارف پر خرچ کرنا چاہئے جو کتاب و سنت کے مطابق ہیں۔
③ کتاب و سنت کے مخالف کاموں پر اپنا مال و دولت کبھی خرچ نہیں کرنا چاہئے ورنہ ایمان میں کمی واقع ہو جائے گی۔
④ اہلِ بدعت اور مجرمین سے بغض رکھنا ایمان کی نشانی ہے۔

تنبیہ: یہ حدیث، ماہنامہ ''الحدیث'': ۱۹ ص ۵ سے سہواً رہ گئی تھی لہٰذا اس کے بعد اب ترقیم: ۴۰ سے شروع کی جا رہی ہے۔
(۴۰) وعن معاذ بن جبل قال :قال لي رسول الله ﷺ:مفا تيح الجنة شهادة أن لا إله إلا الله ، رواه أحمد
(سیدنا) معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت کی چابیاں لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دینا ہے، اسے احمد (۵/۲۴۲ ح ۲۲۴۵۳) نے روایت کیا ہے۔

تحقيق الحديث:

اس روایت کی سند ضعیف ہے، اسے بزار (البحر الزخار ۷/۱۰۴ ح ۲۶۶۰ و کشف الاستار: ح ۲) طبرانی (الدعاء: ۱۴۷۹) اور ابن عدی (الکامل ۱/۲۵۶ ۳۵۶ دوسرا نسخہ ۶۰/۵) نے **إسماعيل بن عياش : ثنا ابن أبي حسين عن شهر بن حوشب عن معاذ بن جبل** رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کیا ہے۔ بزار نے کہا: ''**وشهر بن حوشب لم يسمع من معاذ بن جبل**'' اور شہر بن حوشب نے معاذ بن جبل سے (کچھ) نہیں سنا (البحر الزخار ۷/۱۰۴)
حافظ ہیثمی لکھتے ہیں کہ: ''**وفيه انقطاع بين شهر ومعاذ وإسماعيل بن عياش روايته عن أهل الحجاز ضعيفة وهذا منها**'' اور اس (سند) میں شہر (بن حوشب) اور معاذ کے درمیان انقطاع ہے۔ اسماعیل بن عیاش کی حجازیوں سے روایت ضعیف ہوتی ہے اور یہ ان (ضعیف) روایتوں میں سے ہے (مجمع الزوائد ۱/۱۶)
تنبیہ: شہر بن حوشب مختلف فیہ راوی ہے۔ میری تحقیق میں جمہور محدثین نے اسے ثقہ و صدوق قرار دیا ہے لہٰذا وہ حسن الحدیث ہے، دیکھئے ماہنامہ ''الحدیث'': ۷ ص ۲۵

مصنف: امام ضیاء الدین المقدسی رحمہ اللہ ترجمہ وفوائد: حافظ ندیم ظہیر

فضائلِ اعمال

نفلی نماز گھر میں پڑھنے کی فضیلت:

(٦٦) سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے پتوں یا چٹائی سے ایک حجرہ بنایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں نماز پڑھنے کے لئے باہر تشریف لائے۔ بہت سے آدمیوں نے آپ کی اقتدا کی اور آپ کے ساتھ نماز پڑھنے لگے۔ پھر ایک رات سارے لوگ آئے (لیکن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیر کی اور ان کے پاس تشریف نہ لائے تو لوگوں نے اپنی آوازوں کو بلند کیا اور دروازے پر کنکریاں ماریں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ کی حالت میں باہر تشریف لائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: کہ تم اس طرح کرتے رہے، تو میرا خیال ہے کہ یہ نماز تم پر فرض قرار دی جائے گی پس تم اپنے گھروں میں نماز پڑھو کیونکہ فرض نمازوں کے علاوہ (اجر وثواب کے لحاظ سے) آدمی کی بہترین نماز وہ ہے جو وہ اپنے گھر میں ادا کرے۔[صحیح مسلم:٧٨١]

فوائد: فرائض کے علاوہ گھر میں نماز پڑھنا مستحب اور بہت زیادہ فضیلت کی حامل ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی نمازوں کا کچھ حصہ اپنے گھر کے لئے چھوڑ و اور انہیں قبرستان نہ بناؤ۔[بخاری:٤٣٢، مسلم:٧٧٧]

یعنی اہتمام کے ساتھ نوافل کو گھروں میں ادا کیا جائے وگرنہ ایسے گھر کو قبرستان سے تعبیر کیا جا سکتا ہے جس میں اللہ کی عبادت نہیں ہوتی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((**مثل البيت الذي يذكر الله فيه ، والبيت الذي لا يذكر فيه مثل الحي والميت**)) اس گھر کی مثال جس میں اللہ کا ذکر کیا جائے اور وہ گھر جس میں اللہ کا ذکر نہ کیا جائے (وہ) زندہ اور مردہ کی مثال ہے۔[مسلم:٧٧٩]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کونسی نماز سب سے زیادہ افضل ہے؟ گھر میں ادا کی گئی یا مسجد میں؟ تو آپ نے فرمایا: کیا تو دیکھ نہیں رہا میرا گھر مسجد کے کتنا نزدیک ہے پھر بھی فرض نماز کے علاوہ گھر میں نماز پڑھنا مجھے مسجد میں نماز پڑھنے سے زیادہ پسند ہے۔[ابن ماجہ:١٣٧٨، مسند احمد ٣٤٢/٤، ابن خزیمہ ٢١٠/٢ قال البوصیری: إسنادہ صحیح]

واضح رہے کہ جس قدر نوافل گھر میں پڑھنے کی ترغیب ہے اتنی ہی فرائض گھر میں پڑھنے کی وعید ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((**من سمع النداء فلم يأت فلاصلاة له إلا من عذر**)) جس شخص نے اذان سنی پھر (نماز باجماعت کے لئے مسجد) نہ آیا تو اس کی کوئی نماز نہیں۔ مگر یہ کہ کوئی (شرعی) عذر مانع ہو۔[ابن ماجہ:٧٩٣، ابوداود:٥٥١ وصححہ ابن حبان (٢٠٦٤) والحاکم ٢٤٥/١]

(٦٧) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز مسجد میں ادا کرلے تو اُسے چاہئے کہ اپنی نماز میں سے کچھ حصہ اپنے گھر کے لئے ضرور رکھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اُس کے گھر میں اس کی نماز کی ادائیگی سے خیر و بھلائی عطا کرتا ہے۔'' [مسلم:٧٧٨]

فوائد: معلوم ہوا کہ گھروں میں نوافل کی ادائیگی سے جہاں اجر وثواب کا وافر حصہ سمیٹنے کا موقع ملتا ہے وہاں اس سے گھروں کی طرف خیر و برکت کے دروازے بھی کھول دیے جاتے ہیں (واللّٰہ أعلم)

قیام اللیل کی فضیلت:

(٦٨) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شیطان تم میں سے ہر ایک کے سر کے پچھلے حصے پر جب وہ سوتا ہے تو تین گرہیں لگا دیتا ہے۔ وہ ہر گرہ پر (یہ پڑھ کر) پھونکتا ہے کہ ابھی تیرے لئے بہت لمبی رات ہے پس خوب سو یارہ۔ اگر وہ بیدار ہو کر اللہ کا ذکر کرے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے۔ پھر اگر وضو بھی کرلے تو دوسری گرہ بھی کھل جاتی ہے۔ پھر اگر اس نے نماز بھی پڑھ لی تو تمام گرہیں کھل جاتی ہیں۔ اور اس کی صبح چست اور پاکیزہ نفس ہوتی ہے ورگرنہ اس کی صبح اس حال میں ہوتی ہے کہ وہ سست اور خبیث النفس ہوتا ہے۔ [بخاری:١١٤٢، مسلم:٧٧٦]

فوائد: رات کا قیام ان اعمال میں سے ہے جن سے اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوتا ہے۔ اور بندہ بہت زیادہ اپنے اللہ کا قرب حاصل کرلیتا ہے اور اس کی ترغیب قرآن وحدیث میں جابجا موجود ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ قصلے عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ رات کے کچھ حصے میں نماز تہجد ادا کیجئے۔ یہ آپ کے لئے (زائد) نماز ہے۔ عین ممکن ہے کہ آپ کا پروردگار آپ کو مقام محمود پر فائز کردے۔ [بنی اسرآئیل:٧٩]

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اتنا (لمبا) قیام فرماتے کہ آپ کے پاؤں مبارک پر ورم پڑ جاتے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اے اللہ کے رسول! آپ اتنی مشقت کیوں کرتے ہیں حالانکہ آپ کے اگلے پچھلے گناہ بھی بخش دیئے گئے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ((أفلا أکون عبداً شکوراً)) کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ [بخاری:١١٣٠، مسلم:٢٨٢٠]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں کو بھی قیام اللیل پر ابھارتے اور اس کی اہمیت کا احساس دلاتے تھے جیسا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس رات کو تشریف لائے تو فرمایا: ((ألا تصلیان؟)) کیا تم (رات کی) نماز نہیں پڑھتے؟ [بخاری:١١٢٧، مسلم:٧٧٥]

جو لوگ رات کو قیام کرتے ہیں ان کے لئے اجر وثواب کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے قبولیت کے اوقات بھی رکھے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رات میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ جس مسلمان آدمی کو وہ میسر آجائے اور وہ اس میں دنیا وآخرت کے سلسلے میں کسی بھلائی کا سوال کرے تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور عطا فرماتا ہے اور یہ گھڑی ہر رات کو ہوتی ہے۔

[صحیح مسلم:۷۵۷]

(٦٩) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو رات کو بیدار ہو کر خود بھی قیام کرے اور اپنی بیوی کو بھی بیدار کرے اگر وہ انکار کرے تو اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے، اللہ تعالیٰ اس عورت پر رحم فرمائے جو رات کو بیدار ہو کر قیام کرے اور اپنے خاوند کو بھی بیدار کرے اگر وہ انکار کرے تو اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے۔ [سنن ابی داود:۱۳۰۸، ابن ماجہ:۱۳۳۶، حسن]

فوائد: بہترین گھریلو ماحول کی عکاسی ہو رہی ہے کہ جب خاوند اور بیوی نوافل کے اس قدر اہتمام کرنے والے ہوں گے تو یہ یقینی امر ہے کہ فرائض وواجبات میں سستی وکوتاہی ان کی زندگیوں سے بعید ہوگی۔ اور گھر واقعتاً خوشحالی کی زندۂ جاوید تصویر ثابت ہوگا۔

(۷۰) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک میں جب کوئی آدمی خواب دیکھتا تو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کرتا۔ مجھے بھی خواہش تھی کہ کوئی خواب دیکھوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کروں میں غیر شادی شدہ نوجوان تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں مسجد میں سویا کرتا تھا۔ پس میں نے خواب میں دیکھا گویا کہ دو فرشتوں نے مجھے پکڑا اور دوزخ کی طرف لے گئے۔ وہ کنوئیں کی طرح گہری تھی اور اس کے لئے دو لکڑیاں ہیں جیسے کنوئیں پر ہوتی ہیں اور اس میں کچھ لوگ تھے جنہیں میں پہچانتا تھا۔ پس میں نے **أعــوذ بالله من النار** میں (جہنم کی) آگ سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں، کہنا شروع کر دیا پھر ایک دوسرا فرشتہ ملا اس نے مجھ سے کہا: تم مت ڈرو، میں نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے سامنے اسے بیان کیا تو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عبداللہ اچھا آدمی ہے اگر یہ رات کو اُٹھ کر (تہجد کی) نماز پڑھے'' اس کے بعد (سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ) رات کو تھوڑی دیر ہی سویا کرتے تھے۔ [بخاری:۱۱۲۱، ۱۱۲۲، مسلم:۲۴۷۹]

فوائد: اس حدیث میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور نماز تہجد کی ترغیب ثابت ہو رہی ہے۔

شذرات الذہب

فضل اکبر کاشمیری

امام محمد بن علی الصوری رحمہ اللہ (متوفی ۴۴۱ھ) نے فرمایا:

قل لمن عاندالحديث وأضحى (عائباً) أهله ومن يدعيه

حدیث سے دشمنی رکھنے اور اہل حدیث کی عیب جوئی کرنے والے سے پوچھ

أبعلم تقول هذا أبن لي أم بجهل فالجهل خلق السفيه

سچ سچ بتاؤ تم یہ علم کی بات کرتے ہو یا جہالت کی؟ جہالت کی بات کرنا احمق کی عادت ہے۔

أيعاب الذين هم حفظوا الدين من الترهات والتمويه

کیا ان لوگوں پر عیب دھرا جاتا ہے جنہوں نے دین کو اباطیل اور بے بنیاد ملمع سازی سے بچالیا ہے۔

وإلى قولهم وما قدرووه راجع كل عالم وفقيه

اور دنیا کا ہر عالم اور ہر فقیہ ان کے قول اور ان کی بیان کردہ حدیث کی طرف رجوع کرتا ہے۔

(المنتظم لابن الجوزی ۱۵/۳۲۴ وسندہ حسن، سیر أعلام النبلاء ۱۷/۶۳۱ وتذکرۃ الحفاظ اردو ۳/۲۴۷)

حافظ زبیر علی زئی

توضیح الأحکام

سوال و جواب / تخریج الأحادیث

'' فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: اللہ تعالیٰ آپ کو لمبی عمر عطا فرمائے۔ آمین
محترم حافظ صاحب کچھ روایات لکھ کر بھیج رہا ہوں۔ ان روایات کو الحدیث میں شائع کریں۔ اور مجھے بھی جوابی لفافے میں ارسال فرمائیں۔

روایت نمبر ۱: نبی ﷺ کو نماز میں بچھو ڈس گیا۔ نماز سے فراغت کے بعد آپ ﷺ نے پانی اور نمک منگوا کر اس کے اوپر ملا اور ساتھ ساتھ **قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ ، قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ۔** پڑھتے رہے۔
(مجمع الزوائد ۵/۱۱۱، وقال الھیثمی: بإسنادہ حسن)

روایت نمبر ۲: طفیل بن عمرو الدوسی رضی اللہ عنہ کا واقعہ کہ انہیں لوگوں نے کہا کہ آپ ﷺ سے قرآن نہ سننا، تو انہوں نے اپنے کانوں میں روئی دے لی۔ پھر آپ ﷺ کو کعبہ کے قریب قرآن پڑھتے ہوئے سنا۔ انہوں نے کانوں سے روئی نکالی اور قرآن سننا شروع کر دیا۔ خود شاعر بھی تھے تو کہنے لگے کہ یہ کسی شاعر کا کلام نہیں چنانچہ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔

اکثر اہلحدیث خطباء واعظین یہ واقعہ بیان کرتے ہیں، اس کی علمی میدان میں کیا حیثیت ہے وضاحت فرمائیں؟

روایت نمبر ۳: مروی ہے کہ نبی ﷺ پر ایک عورت کوڑا پھینکتی تھی۔ ایک دن اس نے کوڑا نہ پھینکا تو آپ ﷺ اس کے گھر چلے گئے اس کے گھر کو صاف کیا۔ پانی بھرا تو وہ عورت آپ کا اخلاق دیکھ کر مسلمان ہوگئی۔
(بحوالہ تعلیمی نصاب کی کتابیں)

اس واقعہ کی تحقیق مطلوب ہے کہ یہ واقعہ کسی صحیح حدیث سے ثابت ہے یا صرف منہ کی بات ہے یا گورنمنٹ کا نصاب ہی اس کا حوالہ ہے، وضاحت فرمائیں۔

روایت نمبر ۴: مروی ہے کہ ایک عورت مکہ کے اندر خریداری کے لئے آئی تو اس عورت کو کہا گیا کہ یہاں ایک شخص ہے اس کی بات نہ سننا وہ جادوگر ہے۔ شاعر ہے۔ اس عورت نے گٹھڑی اٹھائی مکہ سے باہر نکل کر بیٹھ گئی۔ چنانچہ نبی ﷺ کا گزر ادھر سے ہوا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ آپ کہاں جانا چاہتی ہیں تو اس نے بتایا فلاں جگہ پر آپ ﷺ نے اس کا سامان اٹھایا اور وہاں اس عورت کو پہنچا دیا تو وہ عورت کہنے لگی کہ تم اچھے آدمی معلوم ہوتے ہو۔
تمہیں نصیحت ہے کہ یہاں ایک شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے وہ جادوگر ہے اس سے بچ کر رہنا۔ اس کی باتیں سن کر

نبی ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص میں ہی ہوں۔تو عورت کہنے لگی آپ پھر غلط نہیں ہو سکتے چنانچہ اس عورت نے اسلام قبول کرلیا۔

محترم حافظ صاحب یہ چار روایتیں لکھی ہیں ان کی تحقیق مطلوب ہے۔اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے

والسلام خرم ارشاد محمدی دولت نگر گجرات 30-11-2005 ''

نماز میں بچھو کا ڈسنا

الجواب بعون الوھاب:

روایت نمبر ا: یہ روایت مجمع الزوائد میں بحوالہ ''**الطبراني في الصغیر**'' مروی ہے (۱۱۱/۵)

المعجم الصغیر للطبرانی میں اس کی سند درج ذیل ہے:

'' **حدثنا محمد بن الحسین الأشناني الکوفي: حدثنا عباد بن یعقوب الأسدي: حدثنا محمد بن فضیل عن مطرف عن المنھال بن عمرو عن محمد بن الحنفیة عن علي کرم اللّٰہ وجھه في الجنة ......**''

(۲۳/۲ ح۸۵۰)

اس سند کے راوی عباد بن یعقوب الرواجنی کا جامع تعارف درج ذیل ہے:

① حافظ ابن حبان نے کہا: ''**وکان رافضیاً داعیة إلی الرفض ومع ذلک یروی المناکیر عن أقوام مشاھیر فاستحق الترک**'' وہ رافضی تھا،رافضیت کی طرف دعوت دیتا تھا اور اس کے ساتھ وہ مشہور لوگوں سے منکر روایات بیان کرتا تھا لہذا وہ متروک قرار دیئے جانے کا مستحق ٹھہرا (المجروحین ۱۷۲/۲)

② ابوبکر ابن ابی شیبہ یا ھناد بن السری نے اس پر جرح کی،دیکھئے الکامل لابن عدی (۱۶۵۳/۴)

③ ابن عدی نے کہا: '' **وفیه غلو فیما فیه من التشیع وروی أحادیث أنکرت علیه في فضائل أھل البیت وفي مثالب غیرھم**'' (الکامل ۱۶۵۳/۴ دوسرا نسخہ ۵۵۹/۵)

④ ابن جوزی نے اسے کتاب الضعفاء والمتروکین میں ذکر کیا (۷۷/۲ ت۱۷۸۸)

⑤ ابوحاتم الرازی نے کہا: ''**کوفي شیخ**'' (الجرح والتعدیل ۸۸/۲)

نیز دیکھئے کتاب الضعفاء لابی زرعۃ الرازی (۵۶۶/۲)

تنبیہ: حافظ مزی وذہبی وغیرہما نے بغیر سند کے لکھا ہے کہ ابوحاتم نے کہا: ''**شیخ ثقة**''

(تہذیب الکمال مطبوعہ مصغرة ۶۰/۴ وسیر اعلام النبلاء ۵۳۷/۱۱)

یہ قول باسند صحیح امام ابوحاتم رازی سے ثابت نہیں ہے۔

⑥ شیخ البانی رحمہ اللہ نے محمد بن طاہر سے نقل کیا کہ '' **من غلاة الروافض ، روی المناکیر عن المشاھیر** ''

([الضعیفة ۳۸۳/۳ ح۱۲۳۷] نیز دیکھئے اقوالِ تعدیل نمبر:۱۰)

⑥ بوصیری نے اس کی روایت کوضعیف کہا ہے دیکھئے یہی مضمون (تنبیہ:۱)

۱۔ ان اقوال کے مقابلے میں امام دارقطنی نے فرمایا: ''شيعي صدوق'' (سوالات الحاکم:۴۲۵)

۲۔ ابن خزیمہ نے کہا: ''نا عبادبن يعقوب - المتهم في رأيه، الثقة في حديثه''
(صحیح ابن خزیمہ ۳۷۶/۲، ۳۷۷ح ۱۴۹۷)

۳۔ حاکم نے اس کی حدیث کوصحیح کہا (المستدرک ۴۹۲/۲ ح ۳۸۲۰، ۱۵۴/۳ ح ۴۷۳۱)

۴۔ الضیاء المقدسی نے المختارۃ میں اس سے حدیث لی (المختارۃ ۱۸۳/۲ ح ۵۶۲)

۵۔ حافظ ذہبی نے کہا: ''صدوق فی الحديث ، رافضي جلد'' (ذکر أسماء من تکلم فیہ وھو موثق:۱۰۶)
نیز دیکھئے سیر اعلام النبلاء (۵۳۶/۱۱) ومیزان الاعتدال (۳۷۹/۲، ۳۸۰)

۶۔ امام بخاری نے صحیح بخاری میں، متابعات میں عباد بن یعقوب سے روایت لی (صحیح البخاری:۷۵۳۴)

۷۔ حافظ ہیثمی نے اس کی بیان کردہ حدیث کوحسن کہا (مجمع الزوائد ۱۱۱/۵)

۸۔ حافظ ابن حجر نے کہا: ''صدوق رافضي ، حديثه في البخاري مقرون ، بالغ ابن حبان فقال: يستحق الترک'' (تقریب التہذیب:۳۱۵۳) نیز دیکھئے ہدی الساری (ص۴۱۲) وفتح الباری (۵۱۰/۱۳)

۹۔ ابن العماد نے کہا: ''الحافظ الحجة'' (شذرات الذہب ۱۲۱/۲ وفیات ۲۵۰ھ)

۱۰۔ محمد بن طاہر الفتنی نے کہا: ''رافضي داعية إلا أنه ثقة صدوق ......'' (تذکرۃ الموضوعات ص۲۶۶)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ عباد بن یعقوب جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق ہے لہذا وہ حسن الحدیث ہے، اور باقی سند حسن ہے۔

خلاصۃ التحقیق: یہ روایت حسن ہے۔

تنبیہ(۱): سنن ابن ماجہ میں ایک روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''إذا أنا متّ فاغسلوني بسبع قرب من بئري بئر غرس'' جب میں فوت ہوجاؤں تو مجھے میرے کنویں بئر غرس کی سات مشکوں سے غسل دینا (ح۱۴۶۸ و قال البوصيري : '' هذا إسنادضعيف، عباد بن يعقوب ......'' إلخ)

راقم الحروف نے تسہیل الحاجہ میں اسے ''إسناده ضعيف'' لکھا ہے (قلمی ص۱۰۰) شیخ البانی (الضعیفۃ:۱۲۳۷) اور بوصیری اس روایت کوضعیف کہتے ہیں لیکن انصاف یہ ہے کہ ابن ماجہ والی روایت بلحاظ سند حسن ہے، اسے الضیاء المقدسی نے المختارۃ میں بیان کیا ہے (۱۸۳/۲ ح ۵۲۶)

لہذا میں اپنی پہلی تحقیق سے رجوع کرتا ہوں واللہ الموفق

تنبیہ(۲): بعض لوگوں نے کہا ہے کہ عباد مذکور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیتا تھا مگر اس میں سے کچھ بھی باسند صحیح و حسن ثابت نہیں ہے۔ واللہ أعلم

روایت نمبر:۲

طفیل بن عمرو الدوسی رضی اللہ عنہ کا قصہ

سیدنا طفیل بن عمرو الدوسی رضی اللہ عنہ سے منسوب یہ قصہ '' ابن إسحاق عن عثمان بن الحویرث عن صالح بن کیسان '' کی سند سے درج ذیل کتابوں میں منقول ہے:

الاستیعاب لابن عبدالبر (۲۳۲/۲) سیر أعلام النبلاء للذھبي (۳۴۵/۱)

تنبیہ: یہ روایت اس سند کے ساتھ کتاب المغازی لابن إسحاق کے صرف ایک نسخہ میں ہے۔

دیکھئے الاصابۃ لابن حجر (۲۲۵/۲)

''السیرۃ النبویۃ'' لابن اسحاق (مطبوع) میں مجھے یہ روایت نہیں ملی۔

یہ سند تین وجہ سے ضعیف ہے:

① ابن اسحاق مدلس ہے اور یہ سند معنعن (عن سے) ہے۔

② عثمان بن الحویرث کی توثیق نامعلوم ہے۔

③ صالح بن کیسان تابعی ہے لہذا یہ سند مرسل ہے۔

سیرت ابن ہشام (عربی ۲۲/۲) دلائل النبوۃ للبیہقی (۳۶۰/۵۔۳۶۳) تاریخ دمشق لابن عساکر (۹/۲۷، ۱۰) البدایۃ والنھایۃ (۹۶/۳، ۹۷) اور السیرۃ النبویۃ لابن کثیر (۷۶/۲۔۷۷) میں یہی روایت محمد بن اسحاق بن یسار سے مرسلاً منقطعاً، بغیر سند کے مروی ہے۔

اس روایت کی تائید میں بعض روایتیں مروی ہیں مثلاً دیکھئے طبقات ابن سعد (۲۳۷/۴۔۲۳۹) والاصابۃ (۲۲۵/۲) والنبلاء (۳۴۴/۱، ۳۴۵) ان روایتوں کی سندوں میں محمد بن عمر الواقدی اور الکلبی دونوں جھوٹے راوی ہیں۔

خلاصۃ التحقیق: یہ قصہ ثابت نہیں ہے۔

روایت نمبر۳:

کوڑا کرکٹ پھینکنے والی عورت کا قصہ

یہ بالکل بے اصل اور من گھڑت روایت ہے۔ ہمارے علم کے مطابق حدیث کی کسی کتاب میں بھی اس کی کوئی سند موجود نہیں ہے۔

روایت نمبر۴:

گٹھڑی والی عورت کا قصہ

یہ بھی بالکل بے اصل اور من گھڑت روایت ہے۔ اس قسم کی روایتیں واعظ نما قصہ گو حضرات نے گھڑی ہیں۔

واللہ أعلم (۳ ذوالقعدہ ۱۴۲۶ھ)

محترم حافظ زبیر صاحب السلام علیکم ورحمتہ اللہ: شمارہ نمبر ۱۸ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو دریا کی طرف خط کے متعلق مدلل تحقیق آپ نے تحریر فرمائی پڑھ کر سکون ملا۔ مجھے کافی عرصہ سے حضرت اویس قرنی رحمہ اللہ سے متعلق کچھ سوالات کے جواب معلوم کرنا تھے مہربانی فرما کر رہنمائی فرمائیں۔

① جنگ اُحد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہونے پر آپ یعنی اویس قرنی نے اپنے تمام دانت توڑ لیے کیا یہ درست ہے۔ کیا ایسا کرنا اور خود کو نقصان پہنچانا جائز ہے؟

② نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم خاص طور سے ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو فرمایا کہ آپ ان سے دعا کروایا کریں؟ کیا یہ درست ہے؟ جبکہ میں سمجھتا ہوں کہ دونوں صحابہ رضی اللہ عنہما کا رتبہ ان سے بلند ہے اور ان کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہے......

③ آپ رحمہ اللہ اپنے والدین کی خدمت میں مشغولی کے باعث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکے۔ والدین کی خدمت اپنی جگہ درست۔ میں نے کہیں پڑھا تھا غالباً یوں کہ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کی اولاد اس کے ماں باپ سے زیادہ اس کو عزیز نہ ہو جاؤں۔ مہربانی فرما کر اس کی بھی تصحیح فرما دیجئے اور جواب بھی تحریر فرمائیے۔ والسلام لیاقت علی لاہور پلاسٹک موچی بازار راولپنڈی

سیدنا اویس القرنی رحمہ اللہ کا قصہ

الجواب:

① یہ روایت کہ سیدنا اویس بن عامر القرنی رحمہ اللہ نے اپنے تمام دانت توڑ دیئے تھے، بے اصل اور من گھڑت روایت ہے جو کہ جاہل عوام میں مشہور ہوگئی ہے۔ محدثین کی کتابوں میں اس روایت کا کوئی وجود نہیں ہے۔ اپنے آپ کو نقصان پہنچانا جائز نہیں ہے۔

② سیدنا اویس القرنی رحمہ اللہ کے بارے میں علمائے کرام کے درمیان اختلاف تھا لیکن صحیح و محقق بات یہی ہے کہ ان کا وجود ثابت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''**إن خیر التابعین رجل یقال له أویس، وله والدة، وکان به بیاض، فمروه فلیستغفر لکم** '' تابعین میں سے بہترین انسان وہ شخص ہے جسے اویس کہتے ہیں، اس کی والدہ (زندہ) ہے اور اس (کے جسم) میں سفیدی ہے۔ اس سے کہو کہ تمہارے لئے دعا کرے۔

(صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل اویس القرنی ح ۲۵۴۲ وترقیم دارالسلام: ۶۴۹۱)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اویس رحمہ اللہ مستجاب الدعوات تھے یعنی اللہ تعالیٰ آپ کی دعا خاص طور پر قبول فرماتا تھا۔ صحیح مسلم کی دوسری روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنی والدہ کی خدمت کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر نہ ہو سکے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی شامل تھی۔

روایات اویس میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا کوئی ذکر نہیں تاہم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ان سے استغفار (دعا کی درخواست) کرانا مذکور ہے (صحیح مسلم، ترقیم دارالسلام: ۶۴۹۲)

کسی افضل شخص کا مفضول شخص سے دعا کروانا توہین کی بات نہیں ہوتی۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے افضل تھے مگر ان سے آپ کا (استسقاء کی) دعا کروانا ثابت ہے، دیکھئے صحیح بخاری (۱۰۱۰، ۳۷۱۰)

تنبیہ بلیغ: سیدنا اویس رحمہ اللہ بذاتِ خود دوسرے مفضول اور غیر افضل افراد سے دعا کرواتے تھے، دیکھئے صحیح مسلم (ح ۶۴۹۲ ترقیم دارالسلام) لہذا اس قسم کی باتوں سے پریشان نہیں ہونا چاہئے۔

③ اس میں کوئی شک نہیں کہ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ نبی کریم ﷺ سے اپنے ماں باپ، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبت نہ کرے (دیکھئے صحیح بخاری: ۱۵ و صحیح مسلم: ۴۴)

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ ﷺ کے زمانے میں اسلام لانے والے تمام تابعین پر یہ فرض و واجب تھا کہ وہ ضرور آپ ﷺ کی ملاقات کرتے اگرچہ ان کے پاس حاضر نہ ہو سکنے کا شرعی عذر بھی تھا۔ دوسرے یہ کہ راقم الحروف نے حدیث کی روشنی میں عرض کر دیا ہے کہ اویس رحمہ اللہ کا مدینہ منورہ تشریف نہ لانا آپ ﷺ کی اجازت سے تھا ورنہ آپ ﷺ انہیں حکم دیتے کہ مدینہ حاضر ہو جاؤ۔ واللہ اعلم

تنبیہ: اویس قرنی والی روایت امام مسلم اور جمہور محدثین کے نزدیک صحیح ہے۔ امام بخاری کا اس پر جرح کرنا صحیح نہیں ہے۔ (۱۱ ذوالقعدہ ۱۴۲۷ھ)

طاھر القادری صاحب کا ایک حوالہ

ایک روایت میں آیا ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام نے نبی کریم سیدنا محمد ﷺ کے وسیلے سے دعا کی تھی۔
(المستدرک للحاکم ۶۱۵/۲ ح ۴۲۲۸ دلائل النبوۃ للبیہقی ۴۸۹/۵) یہ روایت نقل کر کے ڈاکٹر محمد طاہر القادری (بریلوی) صاحب لکھتے ہیں کہ: ''☆ امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح الإسناد کہا ہے۔
☆ امام بیہقی نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے'' (الاربعین فی فضائل النبی الامین ص ۵۵ طبع چہارم ۲۰۰۲ء)

کیا واقعی امام بیہقی نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے؟ اور کیا واقعی یہ روایت صحیح ہے؟ (سائل: ابوثاقب محمد صفدر حضروی)

الجواب: عرض ہے کہ امام بیہقی نے اس روایت کو ہرگز صحیح نہیں قرار دیا۔ بلکہ امام بیہقی رحمہ اللہ یہ روایت لکھ کر فرماتے ہیں کہ: ''**تفرد به عبدالرحمن بن يزيد بن أسلم من هذالوجه عنه وهو ضعيف**''

اس سند کے ساتھ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کا تفرد ہے اور وہ ضعیف ہے۔ (دلائل النبوۃ ۴۸۹/۵)

ایسے ہی طاہر القادری صاحب اپنی دوسری کتاب میں یہی حدیث نقل کر کے امام بیہقی وغیرہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے اسے ''صحیح قرار دیا ہے'' (دیکھئے عقیدۂ توحید اور حقیقتِ شرک ص ۲۶۶ طبع ہفتم جون ۲۰۰۵ء)

معلوم ہوا کہ طاہر القادری صاحب کا یہ کہنا کہ ''امام بیہقی نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے'' صریح جھوٹ ہے۔

تنبیہ: امام حاکم کی تردید حافظ ذہبی نے تلخیص المستدرک میں کردی ہے اور فرمایا ہے کہ: ''**بل موضوع**'' بلکہ یہ روایت موضوع (من گھڑت) ہے۔ اس روایت کی سند عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم اور عبداللہ بن مسلم الفہری کی وجہ سے موضوع ہے تفصیل کے دیکھئے سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ للشیخ الالبانی رحمہ اللہ (۳۸/۱، ۴۷ ح ۲۵) وما علینا إلا البلاغ

سوال: درج ذیل حدیث کی تحقیق درکار ہے۔

" ایک بدو (دیہاتی) رسول اللہ ﷺ کے دربار میں حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں کچھ پوچھنا چاہتا ہوں فرمایا: ہاں کہو، دربار میں اس وقت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے انہوں نے یہ حدیث مبارکہ تحریر کر کے اپنے پاس رکھ لی۔

عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ میں امیر بننا چاہتا ہوں؟ فرمایا: قناعت اختیار کرو، امیر ہو جاؤ گے۔

عرض کیا: میں سب سے بڑا عالم بننا چاہتا ہوں؟ فرمایا: تقویٰ اختیار کرو، عالم بن جاؤ گے۔

عرض کیا: عزت والا بننا چاہتا ہوں؟ فرمایا: مخلوق کے سامنے ہاتھ پھیلانا بند کردو، باعزت ہو جاؤ گے۔

عرض کیا: اچھا آدمی بننا چاہتا ہوں؟ فرمایا: لوگوں کو نفع پہنچاؤ۔

عرض کیا: عادل بننا چاہتا ہوں؟ فرمایا: جسے اپنے لئے اچھا سمجھو وہی دوسروں کے لئے پسند کرو۔

عرض کیا: طاقتور بننا چاہتا ہوں؟ فرمایا: اللہ پر توکل کرو۔

عرض کیا: اللہ کے دربار میں خاص (خصوصیت کا) درجہ چاہتا ہوں؟ فرمایا: کثرت سے ذکر کرو۔

عرض کیا: رزق کی کشادگی چاہتا ہوں؟ فرمایا: ہمیشہ باوضو رہو۔

عرض کیا: دعا کی قبولیت چاہتا ہوں؟ فرمایا: حرام نہ کھاؤ۔

عرض کیا: ایمان کی تکمیل چاہتا ہوں؟ فرمایا: اخلاق اچھے کرلو۔

عرض کیا: قیامت کے روز اللہ سے گناہوں سے پاک ہو کر ملنا چاہتا ہوں؟ فرمایا: جنابت کے فوراً بعد غسل کیا کرو۔

عرض کیا: گناہوں میں کمی چاہتا ہوں؟ فرمایا: کثرت سے استغفار کیا کرو۔

عرض کیا: قیامت کے روز نور میں اٹھنا چاہتا ہوں؟ فرمایا: ظلم کرنا چھوڑ دو۔

عرض کیا: چاہتا ہوں اللہ مجھ پر رحم کرے؟ فرمایا: اللہ کے بندوں پر رحم کرو۔

عرض کیا: چاہتا ہوں اللہ میری پردہ پوشی کرے؟ فرمایا: لوگوں کی پردہ پوشی کرو۔

عرض کیا: رسوائی سے بچنا چاہتا ہوں؟ فرمایا: زنا سے بچو۔

عرض کیا: چاہتا ہوں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا محبوب بن جاؤں؟ فرمایا: جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا محبوب ہو اسے اپنا محبوب بنالو۔

عرض کیا: اللہ کا فرمانبردار بننا چاہتا ہوں؟ فرمایا: فرائض کا اہتمام کرو۔

عرض کیا: احسان کرنے والا بننا چاہتا ہوں؟ فرمایا: اللہ کی یوں بندگی کرو جیسے تم اسے دیکھ رہے ہو یا جیسے وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ کیا چیز دوزخ کی آگ کو ٹھنڈا کر دے گی؟ فرمایا: دنیا کی مصیبتوں پر صبر۔

عرض کیا: اللہ کے غصے کو کیا چیز سرد کر دیتی ہے؟ فرمایا: چپکے چپکے صدقہ اور صلہ رحمی۔

عرض کیا: سب سے بڑی برائی کیا ہے؟ فرمایا: بد اخلاقی اور بخل۔

عرض کیا: سب سے بڑی اچھائی کیا ہے؟ فرمایا: اچھے اخلاق، تواضع اور صبر۔

عرض کیا: اللہ کے غصہ سے بچنا چاہتا ہوں؟ فرمایا: لوگوں پر غصہ کرنا چھوڑ دو۔

[شائع کردہ: قاری میڈیکوز پاک گول بازار، فیصل آباد] "

(سائل: محمد عبدالصمد فاروق لکشمی چوک، لاہور)

الجواب: یہ ساری روایت موضوع، من گھڑت اور بے اصل ہے۔ وما علینا إلا البلاغ

(۲۳ ذوالقعدہ ۱۴۲۶ھ)

قاضی ابو زید الدبوسی حنفی کا صاحبزادہ الطاف الرحمٰن الجوہر

تقلید پرستوں کے لئے نصیحت نامہ

جس تقلید کی آج بڑی دھوم دھام سے تبلیغ کی جاتی ہے اور اس کے مخالفین کو (مبتدعین کی طرف سے) بد مذہب، گستاخ ائمہ، مشرک، کافر، بدعتی، قادیانی، مرزائی، بدبخت، وہابی، غیر مقلد جیسے القابات سے موسوم کیا جاتا ہے اس کی حقیقت حنفی پیشوا، حنفی امام قاضی عبید اللہ ابو زید الدبوسی حنفی (متوفی ۴۳۰ھ) اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''**تقویم الأدلة في أصول الفقه**'' (ص۳۹۰) میں رقم طراز ہیں: ''**فالمقلد فی حاصل أمره ملحق نفسه بالبهائم فی اتباع الأولاد الأمهات علی مناهجها بلا تمییز فإن ألحق نفسه بها لفقده آلة التمییز فمعذور فیداویٰ ولا یناظر ، وإن ألحقه بها ومعه آلة التمییز فالسیف أولیٰ به حتی یقبل علی الآلة**'' (تقویم الأدلة، مطبع دار الکتب العلمیة بیروت ، لبنان)

تقلید کا ماحاصل (نتیجہ) یہ ہے کہ مقلد اپنے آپ کو جانوروں (ڈنگروں) کی لسٹ میں شامل کر لیتا ہے جس طرح جانوروں کے بچے اپنی ماؤں کے پیچھے آنکھیں بند کر کے چلتے ہیں (اسی طرح مقلد اپنے خود مقرر کردہ پیشوا کے قول پر بغیر دلیل کے آنکھیں بند کر کے عمل کرتا ہے)

مقلد دماغی مریض ہوتا ہے: الدبوسی مزید لکھتے ہیں: اگر مقلد نے اپنے آپ کو جانور (ڈنگر) اس لئے بنالیا ہے کہ وہ عقل وشعور سے پیدل ہے تو اس کا (دماغی ہسپتال میں) علاج کرایا جائے۔

مقلد کو مناظرہ کی اجازت نہیں: ابو زید الدبوسی حنفی ان بدعتی تقلید پرستوں کو قیمتی مشورہ دیتے ہیں جو دن رات مناظروں کا ڈھونگ رچائے پھرتے رہتے ہیں کہ عقل کے اندھو: ''**ولا یناظر**'' کہ ایک دماغ خراب مقلد سے مناظرہ ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ یہ تو عقل سے پیدل ہوتا ہے۔[فائدہ: سیوطی لکھتے ہیں کہ: غزالی نے کتاب التفرقہ میں کہا ہے کہ: مقلد کا کام یہ ہے کہ وہ خاموش رہے (الحاوی للفتاوی ۱/۱۱۶، الفتاوی الأصولیة الدینیة)]

مقلد کا علاج تلوار ہے: وہ لکھتے ہیں: اگر عقل وشعور کے باوجود اسے تقلید پرستی کا جنون ہے تو پھر اس (ہٹ دھرم، متعصب وغالی) مقلد کا علاج (اسلامی حکومت کی) تلوار ہے، یہاں تک کہ اس کی عقل ٹھکانے لگ جائے۔ کیونکہ انسانی شرف کو ترک کر کے تعصب وعناد کی بنیاد پر اپنے آپ کو جانور (ڈنگر) بنانا انسانی عظمت کو بغیر چھری کے ذبح کرنے کے مترادف ہے۔

تقلید پرستی، امام پرستی اور مذہب پرستی کا ڈھونگ رچانے والے غالی ومتعصب مقلدین حضرات سے گزارش ہے کہ اپنے اصولی پیشوا اور حنفی امام کی نصیحت پر غور کر کے تقلید کے مرض سے ہمیشہ کیلئے نجات حاصل کر لیں۔ ورنہ ساری زندگی ذلت ورسوائی کے علاوہ قیامت کے دن پچھتاوے کا (بھی) سامنا کرنا پڑے گا۔﴿وَاَنّٰی لَهُ الذِّكْرٰی ﴾ (الفجر:۲۳) اور اس دن کا پچھتاوا کسی کام کا نہ ہوگا۔

وصلّی اللّٰه علی سیدنا محمد وعلی آله وأصحابه أجمعین .

حافظ زبیر علی زئی

نصر الرب في توثيق سماك بن حرب

سماک بن حرب صحاح ستہ کے راوی اور اوساط تابعین میں سے ہیں۔

صحیح البخاری : ح ٦٧٢٢ ، قال : " تابعه يونس و سماك بن عطية وسماك بن حرب ....." إلخ

صحیح مسلم : ٢٢٤ ، ١٢٨/٤٣٦ ، ٤٥٨ ، ٤٥٩ ، ٤٩٩ ، ٦٠٦ ، ٦١٨ ، ٦٤٣ (٦٧٠) ٧٣٤ ، ٨٦٢ ، ٨٦٦ ، ٩٦٥ ، ٩٧٨ ، ١٠٧٥ / ١٧٣ ، ١٣٨٥ ، ١١/١٥٠٤ ٦/١٦٢٨ ، ١٨/١٦٥١ ، ١٣/١٦٧١ ، ١٦٨٠ ، (١٦٩٢) ، ١٦٩٣ ، ١٧٤٨ ، ٦/١٨٢١ ،٧ ١٨٤٦ ، ١٩٢٢ ، ١٩٨٤ ، ٢٠٥٣ ، ٢١٣٥ ، ٢٢٤٨ ، ٢٢٧٧ ، ٤٤/٢٣٠٥ ، ٢٣٢٢ ٢٣٢٩ ، ٢٣٣٩ ، ٢٣٤٤ ، ٢٣٦١ ، ٢٧٤٥ ، ٢٧٦٣ /٤٢ ، ٤٣ ، ٧٨/٢٩١٩ ، ٢٩٢٣ ٢٩٧٧ ، ٢٩٧٨

فوادعبدالباقی کی ترقیم کے مطابق یہ پینتالیس (٤٥) روایتیں ہیں۔ ان میں سے بعض روایتیں دو دو دفعہ ہیں لہذا معلوم ہوا کہ صحیح مسلم میں سماک کی پینتالیس سے زیادہ روایتیں موجود ہیں۔ سنن ابی داود، سنن ترمذی، سنن ابن ماجہ اور سنن النسائی میں اس کی بہت سی روایتیں ہیں۔

اب سماک بن حرب پر جرح اور اس کی تحقیق پڑھ لیں:

جارحین اور ان کی جرح

١ : شعبة : قال يحيى بن معين: " سماك بن حرب ثقة و كان شعبة يضعفه "...إلخ

[تاریخ بغداد: ٢١٥/٩ ت٤٧٩٢]

ابن معین ١٥٧ھ میں پیدا ہوئے اور شعبہ بن الحجاج ١٦٠ھ میں فوت ہوئے یعنی یہ روایت منقطع ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

٢ : سفيان الثورى : "كان يضعفه بعض الضعف "

العجلی (مولود ١٨٢ھ متوفی ٢٦١ھ) نے کہا:

" جائز الحديث ......وكان فصيحاً إلاأنه كان فى حديث عكرمة ربما وصل عن ابن عباس......وكان سفيان الثورى يضعفه بعض الضعف " [تاریخ الثقات: ٦٢١ و تاریخ بغداد: ٢١٦/٩]

سفیان الثوری ١٦١ھ میں فوت ہوئے تھے لہذا یہ سند بھی منقطع ہے، اس کے برعکس شعبہ اور سفیان دونوں سے ثابت ہے کہ وہ سماک بن حرب سے روایتیں بیان کرتے تھے، لہذا اگر یہ جرح ثابت بھی ہوتی تو العجلی کے قول کی روشنی

میں اسے "سماک عن عکرمۃ عن ابن عباس" کی سند پر محمول کیا جاتا۔ ابن عدی نے احمد بن الحسین الصوفی (؟) ثنا محمد بن خلف بن عبدالحمید کی سند کے ساتھ سفیان سے نقل کیا کہ سماک ضعیف ہے (الکامل ۱۲۹۹/۳) محمد بن خلف مذکور کے حالات نامعلوم ہیں لہذا یہ قول ثابت نہیں ہے۔

۳: **احمد بن حنبل : '' مضطرب الحدیث ''** [الجرح والتعدیل ۲۷۹/۴]

اس قول کے ایک راوی محمد بن حمویہ بن الحسن کی توثیق نامعلوم ہے لیکن کتاب المعرفۃ والتاریخ یعقوب الفارسی (۶۳۸/۲) میں اس کا ایک شاہد (تائید کرنے والی روایت) بھی موجود ہے۔ کتاب العلل ومعرفۃ الرجال (۱۵۴/۱، رقم: ۷۷۵) میں امام احمد کے قول: "**سماک یرفعهما عن عکرمة عن ابن عباس**" سے معلوم ہوتا ہے کہ مضطرب الحدیث کی جرح کا تعلق صرف ''**سماک عن عکرمة عن ابن عباس**'' کی سند سے ہے، نیز دیکھئے اقوال تعدیل: ۷

۴: **محمد بن عبدالله بن عمار الموصلی :'' یقولون إنه کان یغلط ویختلفون في حدیثه ''**

[تاریخ بغداد ۲۱۶/۹] اس میں یقولون کا فاعل نامعلوم ہے۔

۵: **صالح بن محمد البغدادی: '' یضعف ''** [تاریخ بغداد ۲۱۶/۹]

اس قول کا راوی محمد بن علی المقرئ ہے جس کا تعین مطلوب ہے۔ ابو مسلم عبدالرحمٰن بن محمد بن عبداللہ بن مہران بن سلمہ الثقہ الصالح کے شاگردوں میں خطیب بغدادی کا استاد قاضی ابوالعلاء الواسطی ہے (تاریخ بغداد ۲۹۹/۱۰) یہ ابوالعلاء محمد بن علی (القاری) ہے (تاریخ بغداد ۹۵/۳) المقرئ اور قاری (قرأعلیہ القرآن بقراءت جماعۃ) ایک ہی شخص کے مختلف القاب ہوتے ہیں، ابوالعلاء المقرئ کے حالات (معرفۃ القراء الکبار للذہبی: ۳۹۱/۱ ت ۳۲۸) وغیرہ میں موجود ہیں اور یہ شخص مجروح ہے۔ دیکھئے میزان الاعتدال (۶۵۴/۳ ت ۷۹۷۱) وغیرہ لہذا اس قول کے ثبوت میں نظر ہے۔

۶: عبدالرحمٰن بن یوسف بن خراش: **"في حدیثه لین"** [تاریخ بغداد ۲۱۶/۹]

ابن خراش کے شاگرد محمد بن محمد بن داود الکرجی کے حالات توثیق مطلوب ہیں، اور ابن خراش بذات خود جمہور کے نزدیک مجروح ہے، دیکھئے میزان الاعتدال: (۶۰۰/۲ ت ۵۰۰۹)

۷: ابن حبان: **ذکرہ في الثقات (۳۳۹/۴) وقال :'' یخطئ کثیراً ....روی عنه الثوري وشعبة ''** یہ قول تین وجہ سے مردود ہے:

ا: اگر '' **یخطئ کثیراً** '' ہے تو ثقہ نہیں ہے، لہذا اسے کتاب الثقات میں ذکر کیوں کیا؟ اور اگر ثقہ ہے تو ''**یخطئ کثیراً** '' نہیں ہے، مشہور محدث شیخ ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ، ایک راوی پر حافظ ابن حبان کی جرح ''**کان یخطئ کثیراً** '' نقل کر کے لکھتے ہیں:

'' **وهذا من أفراده وتناقضه ، إذلو کان یخطئ کثیراً لم یکن ثقة** '' [الضعیفۃ: ۳۳۳/۲ ح ۹۳۰]

ب: حافظ ابن حبان نے خود اپنی صحیح میں سماک بن حرب سے بہت سی روایتیں لی ہیں مثلاً دیکھئے الاحسان بترتیب

صحیح ابن حبان (۱/۱۴۳ ح ۶۶ ص ۱۴۴ ح ۶۸، ۶۹ وغیرہ) واتحاف المھرۃ (۶۳/۳، ۶۴، ۶۵ وغیرہ)
لہذا ابن حبان کے نزدیک اس جرح کا تعلق حدیث سے نہیں ہے اسی لئے تو وہ سماک کی روایات کو صحیح قرار دیتے ہیں۔
ج: حافظ ابن حبان نے اپنی کتاب " **مشاهير علماء الأمصار** " میں سماک بن حرب کو ذکر کیا ہے اور کوئی جرح نہیں کی (ص ۱۱۰ ت ۸۴۰) یعنی ابن حبان کے اپنے نزدیک بھی جرح باطل ومردود ہے۔

۸: العقیلی: **ذكره في كتاب الضعفاء الكبير** [۱۷۹،۱۷۸/۲]

۹: جریر بن عبدالحمید: انہوں نے سماک بن حرب کو دیکھا کہ وہ (کسی عذر کی وجہ سے) کھڑے ہوکر پیشاب کر رہے تھے لہذا جریر نے ان سے روایت ترک کردی۔ [الضعفاء للعقیلی ۱۷۹/۲، والکامل لابن عدی ۱۲۹۹/۳]

یہ کوئی جرح نہیں ہے کیونکہ مؤطا امام مالک میں باسند صحیح ثابت ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (کسی عذر کی وجہ سے) کھڑے ہوکر پیشاب کرتے تھے (۶۵/۱ ح ۱۴۰ بتحقیقی) بریکٹ میں عذر کا اضافہ دوسرے دلائل کی روشنی میں کیا گیا ہے، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کے بارے میں کیا خیال ہے؟

۱۰: النسائی: " **ليس بالقوي وكان يقبل التلقين** " [السنن المجتبیٰ ۳۱۹/۸ ح ۵۶۸۰ بتحقیقی]

تہذیب التہذیب والاقول: " **فاذا انفرد بأصل لم يكن حجة** " تحفۃ الاشراف للمزی: ۱۳۷/۵، ۱۳۸ ح ۶۱۰۴) میں مذکور ہے۔

۱۱: ابن المبارک: " **سماك ضعيف في الحديث** " [تہذیب الکمال: ۱۳۱/۸، تہذیب التہذیب: ۲۰۴/۴]

یہ روایت بلاسند ہے کامل ابن عدی (۱۲۹۹/۳) میں ضعیف سند کے ساتھ یہی جرح " **عن ابن المبارك عن سفيان الثوري** " مختصراً مروی ہے جیسا کہ نمبر ۲ کے تحت گزر چکا ہے۔

۱۲: البزار: " **كان رجلاً مشهوراً لا أعلم احداً تركه وكان قد تغير قبل موته** "
[تہذیب التہذیب: ۲۰۵/۴ بلاسند]

اس کا تعلق اختلاط سے ہے جس کا جواب آگے آرہا ہے۔

۱۳: یعقوب بن شیبہ: " **وروايته عن عكرمة خاصة مضطربة وهو في غير عكرمة صالح وليس من المتثبتين ومن سمع من سماك قديماً مثل شعبة و سفيان فحديثهم عنه صحيح مستقيم والذي قال ابن المبارك إنما يرى أنه فيمن سمع منه بأخرة** " [تہذیب الکمال: ۱۳۱/۸]

اس قول کا تعلق سماک عن عکرمہ (عن ابن عباس) اور اختلاط سے ہے، ابن المبارک کا قول باسند نہیں ملا، اور باقی سب توثیق ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے (اقوال تعدیل: ۲۷)

معدلین اور ان کی تعدیل: ان جارحین وجرح کے مقابلے میں درج ذیل محدثین سے تعدیل مروی ہے:

۱: مسلم: **احتج به في صحيحه ، انظر ميزان الاعتدال** [۲۳۳/۲]

شروع میں سماک کی بہت سی روایتوں کا حوالہ دیا گیا ہے جو صحیح مسلم میں موجود ہیں لہذا سماک مذکور امام مسلم کے نزدیک

ثقہ وصدوق اور صحیح الحدیث ہے۔

۲: البخاری: شروع میں گزر چکا ہے کہ امام البخاری نے صحیح بخاری میں سماک سے روایت لی ہے (۶۷۲۲) حافظ ذہبی نے اجتناب بخاری کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: '' **وقد علق له البخاري استشهاداً به**'' [سیر اعلام النبلاء: ۲۴۸/۵]

اثبات التعدیل فی توثیق مؤمل بن اسماعیل (اقوال جرح نمبر ۶) کے تحت گزر چکا ہے کہ امام بخاری جس راوی سے بطور استشہاد روایت کریں وہ (عام طور پر) امام بخاری کے نزدیک ثقہ ہوتا ہے۔ [دیکھئے ماہنامہ ''الحدیث'' ۲۱ ص۱۹]

۳: شعبہ: '' **روى عنه** '' [صحیح مسلم: ح۲۲۴ وغیرہ]

شعبہ کے بارے میں ایک قاعدہ ہے کہ وہ (عام طور پر اپنے نزدیک) صرف ثقہ سے روایت کرتے ہیں دیکھئے تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۴، ۵ وقواعد فی علوم الحدیث للتھانوی الدیوبندی ص ۲۱۷۔

۴: سفیان الثوری: '' **ما يسقط لسماک بن حرب حديث**'' [تاریخ بغداد: ۲۱۵/۹ وسندہ حسن لذاتہ او صحیح]

یعنی سماک بن حرب کی کوئی حدیث ساقط نہیں ہوئی اس قول پر حافظ ابن حجر کی تنقید (تہذیب التہذیب ۴/ ۲۰۵) عجیب و غریب ہے یاد رہے کہ سماک بن حرب پر ثوری کی جرح ثابت نہیں۔

۵: یحییٰ بن معین: '' **ثقة** '' [الجرح والتعدیل: ۲۷۹/۴، وتاریخ بغداد: ۲۱۵/۹ وسندہ صحیح]

۶: ابوحاتم الرازی: '' **صدوق ثقة** '' [الجرح والتعدیل: ۲۸۰/۴]

۷: احمد بن حنبل: ''**سماک أصلح حديثاً من عبدالملک بن عمير** '' [الجرح والتعدیل: ۲۷۹/۴، ۲۸۰]

۸: ابو اسحاق السبیعی: **روى أبو بكر بن عياش وهو ضعيف عن أبي إسحاق قال : ''خذوا العلم من سماک بن حرب** '' [الجرح والتعدیل: ۲۷۵/۴]

یہ قول ابوبکر بن عیاش کی وجہ سے ثابت نہیں ہے۔

۹: العجلی: '' **جائز الحديث** '' (دیکھئے اقوالِ جرح: ۲) **ذكره في تاريخ الثقات**

۱۰: ابن عدی: '' **وأحاديثه حسان عن من روى عنه وهو صدوق لابأس به**'' [الکامل ۳/ ۱۳۰۰]

۱۱: ترمذی: انہوں نے سماک کی بہت سی حدیثوں کو "حسن صحیح" قرار دیا ہے، دیکھئے ح ۶۵، ۲۰۲، ۲۲۷ وغیرہ۔ بلکہ امام ترمذی نے سنن کا آغاز سماک کی حدیث سے کیا ہے (ح ۱)

۱۲: ابن شاہین: '' **ذكره في كتاب الثقات**'' : ۵۰۵

۱۳: الحاکم : ''**صحح له في المستدرک** '' [۲۹۷/۱ وغیرہ]

۱۴: الذہبی: '' **صحح له في تلخيص المستدرک**'' [۲۹۷/۱]

وقال الذهبي:'' صدوق جليل "(المغني في الضعفاء : ۲۶۴۹) وقال : "الحافظ الإمام الكبير'' (سير أعلام النبلاء ۲۴۵/۵) وقال :'' وكان من حملة الحجة ببلده '' [ایضاً ص ۲۴۶]

۱۵: ابن حبان: '' **احتج به في صحيحه** '' دیکھئے اقوال الجرح: ۷ب

۱۶: ابن خزیمہ: ''صحح له في صحيحه'' [۱/ ۸ ح ۸ وغیرہ]

۱۷: البغوی: حسن له (شرح السنة ۳/ ۳۱ ح ۵۷۰) قال : " هذا حديث حسن "

۱۸: نووی: " حسن له فى المجموع شرح المهذب (۳/ ۴۹۰) "

۱۹: ابن عبدالبر: صحح له فى الاستيعاب (۳/ ۲۱۵)

۲۰: ابن الجارود : ذكر حديثه فى المنتقىٰ (ح ۲۵)

اشرف علی تھانوی دیوبندی نے ایک حدیث کے بارے میں کہا: "وأوردهذا الحديث ابن الجارود في المنتقىٰ فهو صحيح عنده " (بوادر النوادر ص۱۳۵ انویں حکمت حرمت سجدہ تحیہ)

۲۱: الضیاء المقدسی: احتج به فى المختارة (۱۲/۱۱۔۹۸ ح۱۔۱۱۵)

۲۲: المنذری: حسن له حديثه برمزه "عن "، الذي رواه الترمذي (۲۶۵۷) وغيره . انظر الترغيب والترهيب: ۱/ ۱۰۸ ح ۱۵۰

۲۳: ابن حجر العسقلانی: " صدوق وروايته عن عكرمة خاصة مضطربة وقد تغير بآخره فكان ربما يلقن،" یعنی سماک بن حرب حافظ ابن حجر کے نزدیک صدوق (یعنی حسن الحدیث) ہے اور جرح کا تعلق عن عکرمہ (عن ابن عباس) سے ہے اختلاط کا جواب آگے آ رہا ہے۔ (تقریب التہذیب ص ۱۳۷)

حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس کی حدیث پر سکوت کیا (۲/۲۲۴ تحت ح ۷۴۰) ظفر احمد تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ: ''ایسی روایت حافظ ابن حجر کے نزدیک صحیح یا حسن ہوتی ہے'' (لہذا یہ راوی ان کے نزدیک صحیح الحدیث یا حسن الحدیث ہے) [دیکھئے قواعد فی علوم الحدیث: ص۸۹]

۲۴: ابوعوانہ: احتج به في صحيحه المستخرج على صحيح مسلم (۱/ ۲۳۴)

۲۵: ابونعیم الاصبہانی: احتج به في صحيحه المستخرج على صحيح مسلم (۱/ ۲۸۹، ۲۹۰ ح ۵۳۵)

۲۶: ابن سیدالناس: صحح حديثه في شرح الترمذي ، قاله شيخنا الإمام أبو محمد بديع الدين الراشدي السندي في (نماز میں خشوع اور عاجزی یعنی سینے پر ہاتھ باندھنا: ص۱۰ ح۳)

۲۷: یعقوب بن شیبہ: انہوں نے سفیان ثوری کی سماک سے روایت کو صحیح قرار دیا ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ سماک بن حرب مذکور کو جمہور محدثین نے ثقہ وصدوق اور صحیح الحدیث قرار دیا ہے لہذا اس پر بعض محدثین کی جرح مردود ہے۔ بعض علماء نے اس جرح کو اختلاط پر محمول کیا ہے، یعنی اختلاط سے پہلے والی روایتوں پر کوئی جرح نہیں ہے۔

اختلاط کی بحث

بعض علماء نے بتایا ہے کہ سماک بن حرب کا حافظہ آخری عمر میں خراب ہو گیا تھا، وہ اختلاط کا شکار ہو گئے تھے، تغير بآخره، دیکھئے الکواکب النیرات لابن الکیال ص۴۵ والاغتباط بمن رمی بالاختلاط ص۱۵۹ ات ۴۸،

ابن الصلاح الشہر زوری نے کہا: ''واعلم أن من کان من هذا القبیل محتجاً بروایته فی الصحیحین أو أحدهما فإ نا نعرف علی الجملة أن ذلک مما تمیز وکان ماخوذاً عنه قبل الاختلاط واللہ أعلم''

(علوم الحدیث مع التقیید والایضاح ص۴۶۶ نوع ۶۲)

یعنی مختلطین کی صحیحین میں بطور حجت روایات کا مطلب یہ ہے کہ وہ اختلاط سے پہلے کی ہیں، یہ قول دوسرے قرائن کی روشنی میں بالکل صحیح ہے۔ صحیح مسلم میں سماک بن حرب کے درج ذیل شاگرد ہیں:

۱: ابوعوانہ (۲۲۴) ۲: شعبۃ (۲۲۴)

۳: زائدۃ (۲۲۴) ۴: اسرائیل (۲۲۴)

۵: ابوخیثمہ زہیر بن معاویۃ (۴۳۶) ۶: ابوالاحوص (۴۳۶)

۷: عمر بن عبید الطنافسی (۴۹۹/۲۴۲)

۸: سفیان (الثوری) ۶۷۰/۲۸۷، تحفۃ الاشراف للمزی (۱۵۴/۲ ح ۲۱۶۴)

۹: زکریا بن ابی زائدہ (۶۷۰/ ۲۸۷) ۱۰: حسن بن صالح (۷۳۴)

۱۱: مالک بن مغول (۹۶۵) ۱۲: ابو یونس حاتم بن ابی صغیرہ (۱۶۸۰)

۱۳: حماد بن سلمہ (۱۸۲۱/ ۷) ۱۴: ادریس بن یزید الاودي (۲۱۳۵)

۱۵: ابراہیم بن طہمان (۲۲۷۷) ۱۶: زیاد بن خیثمۃ (۲۳۰۵/۴۴) ۱۷: اسباط بن نصر (۲۳۲۹)

معلوم ہوا کہ ان سب شاگردوں کی ان سے روایت قبل از اختلاط ہے لہذا سفیان الثوری حدثنی سماک والی روایت پر اختلاط کی جرح کرنا مردود ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ ''علی صدرہ'' کے الفاظ سماک بن حرب سے صرف سفیان ثوری نے نقل کئے ہیں اسے ابوالاحوص، شریک القاضی نے بیان نہیں کیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ سفیان ثوری ثقہ حافظ ہیں اور سماع کی تصریح کر رہے ہیں لہذا دوسرے راویوں کا "علی صدرہ" کے الفاظ ذکر نہ کرنا کوئی جرح نہیں ہے کیونکہ عدم ذکر نفیِ ذکر کی دلیل نہیں ہوا کرتا اور عدم مخالفت صریحہ کی صورت میں ثقہ وصدوق کی زیادت ہمیشہ مقبول ہوتی ہے بشرطیکہ اس خاص روایت میں بتصریحات محدثین کرام وہم و خطا ثابت نہ ہو۔ روایت ہے کہ سفیان ثوری نے ایک روایت بیان کی جس میں زائدہ، ابوالاحوص، اسرائیل اور شریک نے ان کی (بعض علماء کے نزدیک) مخالفت کی تو یحیی بن سعید القطان نے فرمایا:

'' لو کان أربعة آلاف مثل هؤ لاء کان الثوري أثبت منهم '' (النکت علی ابن الصلاح ۷۷۹/۲، ۷۸۰)

یعنی اگر ان جیسے چار ہزار بھی ہوتے تو ثوری ان سے زیادہ ثقہ ہیں، اگرچہ عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ نے اس قول کو رد کر دیا ہے مگر یہی قول راجح ہے بشرطیکہ عدم ذکر کا مسئلہ نہ ہو اور صاف صاف مخالفت نہ ہو۔ نیموی حنفی نے بھی ایک ثقہ راوی (امام حمیدی) کی زیادت کو زبردست طور پر مقبول قرار دیا ہے، دیکھئے آثار السنن ص ۱۷ ح ۳۶ حاشیہ: ۲۷ مؤطا امام مالک (۹۸۵/۲، ۹۸۶ ح ۱۹۱۵) میں عبداللہ بن دینار عن أبي صالح السمان عن أبي هریرة قال :

'' إن الرجل ليتكلم با لكلمة.....'' إلخ ایک قول ہے۔
امام مالک ثقہ حافظ ہیں۔
عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن دینار :'' صدوق یخطئی '' (یعنی حسن الحدیث) نے یہی قول:'' عن عبدالله بن دينار عن أبي صالح عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال : إن العبد ليتكلم بالكلمة ....''إلخ مرفوعاً بیان کیا ہے (صحیح البخاری کتاب الرقاق باب حفظ اللسان ح ۶۴۷۸) معلوم ہوا کہ مرفوع اور موقوف دونوں صحیح ہیں اور امام بخاری کے نزدیک بھی ثقہ وصدوق کی زیادت معتبر ہوتی ہے والحمدللہ

☆ بعض لوگ مسند احمد (۲۲۶/۵ ح ۲۲۳۱۳) کے الفاظ ''یضع هذه على صدره '' کے بارے میں تاویلات کے دفاتر کھول بیٹھتے ہیں حالانکہ امام ابن الجوزی نے اپنی سند کے ساتھ مسند احمد والی روایت میں ''یضع هذه على هذه على صدره'' کے الفاظ بیان کئے ہیں۔ (التحقیق:۳۳۸/۱ ح ۴۳۴ ونسخہ اخریٰ ۲۸۳/۱)
ابن عبدالهادی نے ''التنقيح '' میں بھی ''يضع هذه على هذه على صدره'' کے الفاظ لکھے ہیں (۲۸۴/۱) اس سے مؤولین کی تمام تاویلات ھباءً منثورا ہو جاتی ہیں اور ''على صدره '' کے الفاظ صحیح اور محفوظ ثابت ہو جاتے ہیں۔

☆ جب یہ ثابت ہے کہ ثقہ وصدوق کی زیادت صحیح وحسن اور معتبر ہوتی ہے تو وکیع وعبدالرحمٰن بن مہدی کا سفیان الثوری سے ''على صدره '' کے الفاظ بیان نہ کرنا چنداں مضر نہیں ہے یحییٰ بن سعید القطان زبردست ثقہ حافظ ہیں ان کا یہ الفاظ بیان کر دینا عاملین بالحدیث کے لئے کافی ہے۔

☆ یاد رہے کہ سفیان ثوری سے باسند صحیح وحسن ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ثابت نہیں ہے۔

☆ راوی اگر ثقہ یا صدوق ہو تو اس کا تفرد مضر نہیں ہوتا۔

تنبیہ(۱): سماک بن حرب (تابعی) رحمہ اللہ کے بارے میں ثابت کر دیا گیا ہے کہ وہ جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ و صدوق ہیں۔ان پر اختلاط والی جرح کا مفصل و مدلل جواب دے دیا گیا ہے کہ سفیان ثوری اور شعبہ وغیرہما کی اُن سے روایت قبل از اختلاط ہے لہذا ان روایتوں پر اختلاط کی جرح مردود ہے۔

تنبیہ(۲): سماک بن حرب اگر عکرمہ سے روایت کریں تو یہ خاص سلسلۂ سند ضعیف ہے ۔ دیکھئے سیر اعلام النبلاء (۲۴۸/۵) وتقریب التہذیب (۲۶۲۴، أشار إليه) اگر وہ عکرمہ کے علاوہ دوسرے لوگوں سے،اختلاط سے پہلے روایت کریں تو وہ صحیح الحدیث وحسن الحدیث ہیں۔ والحمدللہ

تنبیہ(۳): محمد عباس رضوی بریلوی نے لکھا ہے کہ:''اس کا ایک راوی یعنی سماک بن حرب - مدلس ہے اور یہ روایت اس نے عن سے کی ہے اور بالاتفاق محدثین مردود ہوتا ہے۔'' (مناظرے ہی مناظرے ص ۳۳۵ نیز دیکھئے ص ۱۲۹، ۱۳۴)
رضوی صاحب کا یہ کہنا کہ ''سماک بن حرب مدلس ہے'' بالکل جھوٹ ہے۔ کسی محدث نے سماک کو مدلس نہیں کہا اور نہ کتب مدلسین میں سماک کا ذکر موجود ہے۔یاد رہے کہ جھوٹ بولنا کبیرہ گناہ ہے۔وما علينا إلا البلاغ

ابوالاسجد صدیق رضا

قصہ نمبر ۲: سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کا قصہ

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ (اسلام قبول کرنے سے پہلے) تلوار لٹکائے ہوئے نکلے، تو آپ کی ملاقات بنی زہرہ کے شخص (نعیم بن عبداللہ) سے ہوئی، نعیم نے کہا، اے عمر! کہاں کا ارادہ ہے؟ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنا چاہتا ہوں، تو نعیم نے کہا: اگر آپ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر ڈالا تو بنو ہاشم اور بنو زہرہ سے کیسے بچ پائیں گے؟

عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا! لگتا ہے تو بھی بے دین ہو کر اپنا پچھلا دین چھوڑ چکا ہے؟

انہوں کہا اے عمر! آپ کو ایک عجیب بات پر اطلاع نہ دوں کہ آپ کے بہنوئی اور بہن بھی (آپ کے زعم کے مطابق) بے دین ہو چکے ہیں اور ان دونوں نے وہ دین چھوڑ دیا جس پر آپ ہیں۔ (یہ سن کر) عمر رضی اللہ عنہ انتہائی غصہ میں ان کی طرف چلے یہاں تک کہ ان کے پاس آ پہنچے، اس وقت ان کے ہاں مہاجرین میں سے ایک شخص (سیدنا) خباب (رضی اللہ عنہ) موجود تھے، کہا: جب خباب رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کے آنے کی آہٹ محسوس کی تو وہ گھر کے اندر چھپ گئے، عمر رضی اللہ عنہ ان دونوں (یعنی بہن و بہنوئی) کے پاس آئے اور پوچھا کہ یہ دھیمی دھیمی سی آواز کیسی ہے جو میں نے تمہارے ہاں سنی ہے؟ (دارمی نے) کہا کہ اس وقت وہ سورہ طٰہٰ پڑھ رہے تھے، ان دونوں نے کہا: کچھ نہیں ہم تو بس آپس میں باتیں کر رہے تھے، تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لگتا ہے کہ تم دونوں بے دین ہو چکے ہو، تو ان کے بہنوئی نے کہا: اے عمر! یہ بتاؤ اگر حق تمہارے دین کے بجائے کسی اور دین میں ہو تو؟ بس (یہ سننا تھا کہ) عمر رضی اللہ عنہ اپنے بہنوئی پر ٹوٹ پڑے اور انہیں بری طرح کچل دیا۔ ان کی بہن (قریب) آئی اور انہیں اپنے شوہر پر سے ہٹایا تو آپ نے بہن کو ایسا شدید چانٹا مارا کہ ان کا چہرہ خون آلود ہو گیا، تو وہ غصہ ہوئی اور فرمایا، اے عمر! اگر حق تیرے دین کے علاوہ کسی اور دین میں ہو تو؟ میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الہٰ نہیں اور میں گواہی دیتی ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، (یہ سن کر) عمر رضی اللہ عنہ جب مایوس ہو گئے، تو فرمایا: یہ کتاب جو تمہارے پاس ہے مجھے دو میں اسے پڑھوں، عمر رضی اللہ عنہ کتاب پڑھا کرتے تھے (مطلب یہ کہ وہ پڑھ سکتے تھے، پڑھے لکھے تھے)

اس پر ان کی بہن نے کہا کہ آپ ناپاک ہیں اس کتاب کو تو بس پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں، پس کھڑے ہو جائیں غسل یا وضو کر لیں۔ آپ کھڑے ہوئے وضو کیا پھر وہ کتاب (تحریر) اٹھائی پس آپ نے پڑھا طٰہٰ یہاں تک کہ آپ نے اس آیت پر ختم کیا۔

﴿اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ﴾ بے شک میں ہی اللہ ہوں کوئی الہٰ نہیں سوائے میرے پس میری عبادت کرو اور میرے ذکر (یاد) کے لئے نماز قائم کرو۔ [طٰہٰ:۱۴]

تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پتا بتاؤ۔ جب خباب رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کی یہ بات سنی تو فرمایا: خوشخبری ہو!

اے عمر میں امید کرتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے جمعرات کو جو دعا فرمائی تھی کہ:

﴿اللهم أعز الإ سلام بعمر بن الخطاب أو بعمر بن هشام﴾ اے اللہ عمر بن خطاب یا عمر بن ہشام کے ذریعے اسلام کو قوت پہنچا۔ یہ اسی (دعا کا اثر) ہے۔

اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ اس وقت کوہ صفا کے دامن میں واقع ایک گھر میں ہیں، اس وقت گھر کے دروازے پر (بغرض پہرہ) سیدنا حمزہ وسیدنا طلحہ اور رسول اللہ ﷺ کے چند دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین تھے، جب حمزہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ لوگ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے خوفزدہ ہیں تو فرمایا: ہاں یہ عمر ہی تو ہیں اگر اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے تو یہ اسلام لے آئیں گے اور نبی ﷺ کی اتباع کریں گے، اور اگر یہ اس کے علاوہ کوئی اور ارادہ کریں تو ان کا قتل کرنا ہم پر آسان ہے، اور آپ ﷺ (مکان کے) اندر تھے آپ پر وحی کا نزول ہو رہا تھا۔ (اس کے بعد) آپ ﷺ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے اور آپ ﷺ نے ان کے کپڑے اور تلوار کا پرتلا سمیٹ کر پکڑا اور فرمایا! اے عمر! کیا تم اس وقت تک باز نہیں آؤ گے جب تک کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بھی ویسی ہی ذلت ورسوائی اور عبرتناک سزا میں مبتلا نہ کر دے جس میں ولید بن مغیرہ مبتلا ہوا؟ اے اللہ! یہ عمر بن خطاب ہے، اے اللہ! اسلام کو عمر بن خطاب کے ذریعے قوت عطا فرما۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، اور (میں نے) اسلام قبول کر لیا اور فرمایا: (باہر) نکلیں اے اللہ کے رسول ﷺ۔ یہ روایت سخت منکر ہے۔

اس قصہ کی پانچ سندیں ہیں، اور ان پانچ سندوں میں اس کے (مختلف) الفاظ ہیں:

پہلی سند: امام بیہقی نے اس روایت کو دلائل النبوۃ (ج۲ص۲۱۹، ۲۲۰) میں روایت کیا اور ابن سعد نے الطبقات الکبریٰ (ج۳ص۲۶۷) میں، امام دارقطنی نے اپنی سنن میں مختصراً (ج۱ص۱۲۳)، ابن شبۃ نے تاریخ المدینہ (ج۲ص۶۵۷) میں ''**إسحاق بن يوسف الأزرق قال: أخبر نا القاسم بن عثمان البصري عن أنس بن مالک رضی الله عنه قال فذكره**'' کی سند سے اس قصہ کو بیان کیا۔

میں کہتا ہوں۔ یہ سند ضعیف ہے، اس میں ''القاسم بن عثمان البصری'' راوی ہے۔ اس کے متعلق الامام البخاری نے فرمایا: اس کی کچھ احادیث ہیں جس پر اس کی متابعت نہیں کی جاتی۔

امام دارقطنی نے فرمایا: **ليس بالقوي**، یہ قوی نہیں ہے۔ امام عقیلی نے فرمایا: اس کی حدیث پر متابعت نہیں کی جاتی۔ دیکھئے لسان المیزان (ج۴ص۴۶۳) امام ذہبی نے فرمایا: کہ اسحاق الأزرق نے اس سے حدیث بیان کی محفوظ متن کے ساتھ عمر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کے قصہ کو بھی بیان کیا اور یہ قصہ سخت منکر ہے (**منكرة جداً**) إلخ (میزان ج۳ص۲۹۵)

ابن الجوزی نے اس کا ذکر کیا ہے صفۃ الصفوۃ (ج۱ص۲۶۹) اور تاریخ عمر بن الخطاب (ص۲۵) میں، امام ذہبی نے تاریخ الاسلام (ص۱۷۴) اور سیوطی نے تاریخ الخلفاء (ص۱۲۹) میں۔

دوسری سند: امام طبرانی نے المعجم الکبیر (ج۲ص۹۷) میں:

''**أحمد بن محمد بن يحي بن حمزة: ثنا إسحاق بن إبراهيم: ثنا يزيد بن ربيعة: ثنا أبو الأشعث**

عن ثوبان رضي الله عنه'' کی سند سے اس قصہ کو بیان کیا۔
میں کہتا ہوں کہ اس کی سند کمزور ہے، اس میں ''یزید بن ربیعة الرحبی'' ہے اس کے متعلق:
① امام بخاری نے فرمایا: اس کی احادیث منکر ہیں۔
② امام نسائی نے فرمایا: متروک ہے۔
③ امام جوزجانی نے فرمایا: مجھے خدشہ ہے کہ اس کی احادیث موضوع (گھڑی ہوئی) ہیں۔
④ امام ابو حاتم نے فرمایا: ضعیف الحدیث، منکر الحدیث، واھی الحدیث ہے۔ ابوالاشعث عن ثوبان سے اس کی روایت میں بہت زیادہ تخلیط ہے۔
⑤ امام دارقطنی نے فرمایا: ضعیف ہے اور ایک بار فرمایا کہ متروک ہے۔
⑥ امام ابن حجر نے فرمایا: متروک ہے۔
دیکھئے الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم (ج۹ص ۲۶۱) میزان الاعتدال (ج۴ص ۹۶) امام دارقطنی کی ''الضعفاء'' (ص۳۹۸) ابن الجوزی کی الضعفاء (ج ۳ص ۲۰۸) ابن حجر کی لسان المیزان (ج ۶ ص ۲۸۰) اور فتح الباری (ج۴ص ۱۷۸) نسائی کی الضعفاء (۲۴۵) امام بخاری کی التاریخ الصغیر (ج۲ص ۱۴۶)
تیسری سند: امام بیہقی نے دلائل النبوۃ (ج۲ص ۲۱۶) ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء (ج اص ۴۱) میں، ابن الجوزی نے الحدائق (ج اص ۳۵۳) میں، امام البزار نے اپنی مسند (ج ۳ ص ۱۶۹، الزوائد) میں ابن الاثیر نے اُسد الغابۃ (ج۴ص ۱۴۷) میں اس قصہ کو'' عن إسحاق بن إبراهيم الحنيني: ثنا أسامة بن زيد بن أسلم عن أبيه عن جده'' کی سند سے کئی طرق سے بیان کیا ہے۔
میں کہتا ہوں اس کی سند (بھی) سخت ضعیف ہے اس کی دو علتیں ہیں:
اول: اسحاق بن ابراہیم الحنینی ضعیف ہے۔
دوم: اُسامہ بن زید بن اسلم ضعیف ہے۔
(ان کے ضعف کے لئے دیکھئے) التھذیب لابن حجر (ج اص ۱۸۱و۱۹۴) التقریب (ص ۹۸و۹۹) اورالفتح الباری (۹ص ۵۲۴)، (ج ۳ص ۲۱۰) نسائی کی الضعفاء (ص۵۴، ۵۷) ذہبی کی میزان الاعتدال (ج اص ۱۷۴، ۱۷۹) سوالات ابن الجنید (ص۳۸۱) ابن الھادی کی بحرالدم (ص۶۲) سوالات الحاکم (ص ۱۸۷) دکتورنجم عبدالرحمٰن کی معجم الجرح والتعدیل۔ ذہبی نے اس قصہ کو بیان کیا تاریخ الاسلام (ص ۱۷۷) میں، السیوطی نے تاریخ الخلفاء (ص ۱۳۰) میں اورابن سیدالناس نے عیون الآثار (ج اص ۱۲۵) میں اورابن الجوزی نے تاریخ عمر بن الخطاب (ص۲) میں۔
چوتھی سند: ابونعیم نے دلائل النبوۃ (ج اص ۲۴۱) اور حلیۃ الاولیاء (ج اص ۴۰) میں۔
''إسحاق بن عبدالله عن أبان بن صالح عن مجاهد عن ابن عباس رضي الله عنه'' کی سند سے بیان کیا۔
میں کہتا ہوں اس کی سند کمزور ہے۔ اس میں اسحاق بن عبداللہ بن اَبی فروۃ ہیں ان کے متعلق:

① امام بخاری نے فرمایا: ترکوہ۔ یعنی محدثین نے اسے چھوڑ دیا تھا۔
② امام احمد نے فرمایا: میرے نزدیک اس سے روایت کرنا حلال نہیں۔
③ ابن معین نے فرمایا: لیس بشیء۔ یہ کچھ بھی نہیں۔
④ ابن سعد نے فرمایا: یہ منکر احادیث بیان کرتا ہے۔

⑤ عمرو بن علی ⑥ ابوزرعہ ⑦ ابوحاتم ⑧ امام نسائی ⑨ امام دارقطنی ⑩ ابن حجر نے اسے ''متروک'' قرار دیا۔ دیکھئے ابن حجر کی تہذیب التہذیب (ج۱ص۲۱۰) تقریب التہذیب (ج۱ص۱۰۲) میزان الاعتدال للذھبی (ج۱ص۱۹۳) احوال الرجال للجوزجانی (ص۱۲۶) ابن الھادی کی بحرالدم (ص ۶۵) امام بخاری کی التاریخ الکبیر (ج۱ص ۳۹۶) ابن حبان کی المجروحین (ج۱ص ۱۳۱) دارقطنی کی الضعفاء (۱۴۳) ابن معین کی التاریخ (ج۳ص۲۲) ابن عدی کی الکامل (ج۱ص۳۲۰) دکتور نجم عبدالرحمٰن کی معجم الجرح والتعدیل (ص۱۶) نسائی کی الطبقات (۴۳۷) اور اسے ذکر کیا ذہبی نے تاریخ الاسلام (ص۱۷۹) میں اور ضعیف قرار دیا ابن الجوزی نے صفۃ الصفوۃ (ج۱ص۲۷۷) اور تاریخ عمر بن الخطاب (ص۲۱) میں، ابن حجر نے الاصابۃ (ج۴ص۴۳۷) میں اور سیوطی نے تاریخ الخلفاء (۱۲۳) میں۔

پانچویں سند: ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء (ج۱ص۳۹، ۴۰) میں ''یحیی بن یعلی الأسلمي عن عبداللّٰہ بن المؤمل عن أبی الزبیر عن جابر رضي اللّٰہ عنہ'' کی سند سے بیان کیا۔ میں کہتا ہوں اس کی سند بھی سخت ضعیف ہے اس میں علتوں کا ایک سلسلہ ہے:

اول: یحییٰ بن یعلی الأسلمی، ضعیف اور شیعہ راوی ہے۔

دوم: عبداللہ بن المومل بن وہب المخزومی ضعیف ہے۔

سوم: ابوالزبیر محمد بن مسلم بن تدرس، مدلس ہے، (اور ان تک شرط صحت) اس روایت کو معنعن بیان کیا، سماع کی تصریح نہیں کی۔

دیکھئے ابن حجر کی تقریب التہذیب (ص۳۵۲، ۵۰۶، ۵۹۸) اور انہیں کی ''تعریف اہل التقدیس'' (ص۱۰۸) سیوطی کی ''اسماء المدلسین'' (ص۱۰۴) ابن العجمی کی التبیین لأسماء المدلسین (۵۴) اور الحافظ المقدسی کا قصیدۃ فی المدلسین (ص۴۷) [حماد] الانصاری کی الاتحاف (ص۴۷) اور ذکر کیا اس کو ذہبی نے تاریخ الاسلام (ص۱۷۳) میں سیوطی نے تاریخ الخلفاء (ص۱۲۹) میں اور ابن الجوزی نے تاریخ عمر بن الخطاب (ص۲۵) میں۔

[معلوم ہوا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا یہ قصہ بلحاظ سند واصولِ محدثین ثابت نہیں ہے۔]

تنبیہ: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مروی بعض قصوں پر مولانا الطاف الرحمٰن جوہر صاحب (مدیر جامعہ اسلامیہ اہل حدیث صادق آباد) نے ایک مضمون ''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں چند واقعات کا تحقیقی جائزہ'' لکھا ہے جس میں ان قصوں کا بے اصل ہونا ثابت کیا ہے۔ یہ مضمون ''الحدیث'' کے اگلے شمارے (۲۳) میں ملاحظہ فرمائیں۔ ان شاء اللہ فضل اکبر کاشمیری]

ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی

بے اختیار خلیفہ کی حقیقت

جناب تنویر اختر صدیقی صاحب کی طرف سے ''خلیفہ والی جماعت'' کے متعلق ایک سوالنامہ موصول ہوا، چنانچہ اس سوالنامہ کے جوابات سے پہلے چند گزارشات پیش خدمت ہیں تا کہ اس وضاحت سے اس نو وارد فتنہ کو سمجھنے میں مدد مل سکے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''بَادِ رُوْا بِالْاَعْمَالِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَيُمْسِيْ كَافِرًا اَوْيُمْسِيْ مُؤْمِنًا وَيُصْبِحُ كَافِرًا يَبِيْعُ دِيْنَهُ بِعَرَضٍ مِّنَ الدُّنْيَا''

(نیک) اعمال میں جلدی کرو ان فتنوں کے پیش آنے سے پہلے جو تاریک رات کے ٹکڑوں کی مانند ہوں گے (کہ اس وقت) آدمی صبح کو ایمان کی حالت میں اٹھے گا اور شام کو کافر ہو جائے گا یا شام کو مومن ہوگا اور صبح کو کافر ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ اپنے دین کو دنیا کی تھوڑی سی متاع کی خاطر بیچ ڈالے گا۔ (مسلم ترقیم دارالسلام ح ۳۱۳ کتاب الایمان، الترمذی ح ۲۱۹۵، مسند احمد ۳۰۴/۲، ۵۲۳، مشکوۃ المصابیح ح ۵۸۸۳، ابوعوانہ ۵۰/۱)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ فتنوں کے دور میں ایمان کو بچانا اور اسے محفوظ رکھنا ایک مشکل کام ہوگا۔ کیونکہ ایسے فتنے سرگرم عمل ہو جائیں گے جو اَھْوَاء (نفسانی خواہشات) کے تابع ہوں گے اور اہواء کے مطابق قرآن و حدیث کا مطلب بیان کریں گے اور اس سلسلہ میں عقل اور فلسفہ کا سہارا بھی لیں گے اور اس طرح وہ باطل فرقوں کی بھرپور ترجمانی کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے تہتر فرقوں کا ذکر فرمایا جن میں بہتر جہنمی ہوں گے اور ایک جنتی، اور وہ جنتی (فرقہ) الجماعۃ (اہل حق کی جماعت) ہوگی، اس حدیث کے دوسرے الفاظ یہ ہیں:

'' وَاِنَّهُ سَيَخْرُجُ فِي اُمَّتِيْ اَقْوَامٌ تَجَارىٰ بِهِمْ تِلْكَ الْاَهْوَاءُ كَمَا يَتَجَارَى الْكَلَبُ لِصَاحِبِهِ وَقَالَ عَمْرٌو :اَلْكَلَبُ بِصَاحِبِهِ لَايَبْقٰى مِنْهُ عِرْقٌ وَّلَا مَفْصِلٌ اِلَّا دَخَلَهُ ''

میری امت میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جن میں اہواء (نفسانی خواہشات کی پیروی) ایسے سما جائے گی جیسے باؤلے کتے کے کاٹنے سے ہڑک کی بیماری پیدا ہو جاتی ہے۔ (اس حدیث کے راوی) عمرو بن عثمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہڑک کی بیماری انسان کی ہر رگ اور جوڑ میں سما جاتی ہے یعنی کوئی رگ اور جوڑ اس سے محفوظ نہیں رہتا۔''

(ابوداود کتاب السنۃ ح ۴۵۹۷، الصحیحہ ح ۲۰۴، المستدرک ۱۲۸/۱، مسند احمد ۱۰۲/۴، الدارمی ۲۴۱/۲)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اس امت میں ایسی جماعتیں اور فرقے پیدا ہو جائیں گے جو اہواء (نفسانی خواہشات) کے غلام ہوں گے اور یہ خواہشات ان کے رگ و پے میں اس طرح داخل ہو جائیں گی جیسے ہڑک کی بیماری انسان کے رگ و ریشہ میں داخل ہو جاتی ہے۔ یہ لوگ قرآن و حدیث کے وہ معنیٰ و مطالب بیان کریں گے جن کا تقاضا

ان کی نفسانی خواہشات کریں گی، اسی طرح یہ فرقے قرآن وحدیث کے معنیٰ ومطالب کو بگاڑ دیں گے اور اصل دین سے دور ہو جائیں گے۔ اور لوگوں کو باور کروائیں گے کہ جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں بس وہی قرآن وحدیث ہے اور جو لوگ ان کی آراء سے اختلاف کریں گے انہیں وہ کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج (یا فاسق وفاجر) قرار دیں گے۔

ماضی میں اس کی مثالیں خوارج، روافض، جبریہ، قدریہ، مشبہہ، معطلہ وغیرہ باطل فرقے ہیں اور موجودہ دور میں بہت سی جماعتیں اسی مشن پر رواں دواں ہیں، مثال کے طور پر منکرینِ حدیث کے مختلف فرقے، منکرینِ عذاب قبر، عثمانی برزخی فرقہ، جماعت المسلمین رجسٹرڈ وغیرہ، یہ فرقے بھی قرآن وحدیث میں تحریف کر رہے ہیں اور ان کے خودساختہ معنیٰ ومطالب بیان کرتے ہیں اور انسانی خواہشات کے بُری طرح غلام بن چکے ہیں۔ نفسانی خواہشات کے متعلق قرآن کریم کی بعض آیات ملاحظہ فرمائیں۔

﴿اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰی عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰی سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰی بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ط فَمَنْ یَّهْدِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ط اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾

پھر کیا تم نے اس شخص (کا حال بھی) دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا الٰہ بنالیا اور اللہ نے، علم کے باوجود اسے گمراہ کر دیا اور اس کے کانوں اور دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ اللہ کے بعد اب کون اسے ہدایت دے گا؟ کیا تم لوگ کوئی نصیحت حاصل نہیں کرتے۔'' (الجاثیۃ:۲۳)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص اپنی خواہشاتِ نفس کا پیروکار بن جائے تو وہ علم کے باوجود گمراہ ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کے کانوں اور دل پر مہر لگا دے گا اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دے گا۔ ایسے شخص کو اللہ کے سوا اب کون ہدایت دے سکتا ہے؟

﴿وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاجَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ لا اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ م﴾

اور اگر تم نے اس ''العلم'' کے بعد بھی جو تمہارے پاس آچکا ہے ان کی خواہشات کی پیروی کی تو تب تمہارا شمار یقیناً ظالموں میں ہوگا۔ (البقرۃ:۱۴۵)

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا کہ آپ صرف اس ''العلم'' یعنی قرآن و حدیث کی پیروی کریں جو اللہ کی طرف سے بذریعہ وحی آپ پر نازل کیا گیا ہے اور اگر آپ نے قرآن وحدیث کو چھوڑ کر ان لوگوں کی نفسانی خواہشات پر عمل کیا تو اس وقت آپ کا شمار بھی ظالموں میں ہوگا۔ گویا پوری امت کو آگاہ کر دیا گیا کہ قرآن وحدیث کی پیروی ضروری ہے اور نفسانی خواہشات سے دور رہنا بھی از حد ضروری ہے۔

﴿وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِیْهِنَّ ط بَلْ اَتَیْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ط﴾

اور اگر حق ہی ان کی خواہشات کا پیرو ہو جائے تو زمین وآسمان اور ان کے درمیان ہر چیز درہم برہم ہو جائے حق تو یہ ہے کہ ہم نے انہیں ان کی نصیحت پہنچا دی ہے لیکن وہ اپنی نصیحت سے منہ موڑنے والے ہیں۔ [المؤمنون:۷۱]

سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ (المتوفی ۷۳ھ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ستفترق أمتي علی بضع و سبعین فرقة اعظمها فرقة قوم یقیسون الأمور برأیهم فیحرمون الحلال ویحللون الحرام''

میری امت ستر سے کچھ اوپر فرقوں میں بٹ جائے گی، ان میں سب سے زیادہ افتراق کرنے والی وہ قوم ہوگی جو (دینی) امور میں اپنی رائے کو داخل کرے گی پس حلال کو حرام اور حرام کو حلال کردے گی۔

(المستدرک ۴۳۰/۴، المعجم الکبیر للطبرانی ۵۱/۱۸، وقال حمدی عبدالمجید السلفی: ومن طریقہ رواہ الخطیب فی الفقیہ والمتفقہ ۱۷۹/۱، ۱۸۰، ورواہ الخطیب ایضاً فی تاریخ بغداد ۳۱۱/۱۳، ۳۰۷/۱۳، من طرق متعددۃ ورواہ البیہقی فی المدخل ح ۲۰۴ ۳۵۴ وابن عبدالبر فی جامع بیان العلم ۱۶۳/۲، وابن حزم فی الرسالۃ الکبریٰ فی ابطال القیاس والبزار ۱۷۲/۱ کشف الاستار وقال فی المجمع ۱۷۹/۱: ''ورجالہ رجال الصحیح'' ورواہ الحاکم ۴۳۰/۴ ح ۸۳۲۵، وصححہ علی شرط الشیخین، حاشیہ المعجم الکبیر للطبرانی ۵۰/۱۸) [وھو حدیث حسن]

اوران پر رسول اللہ ﷺ کا ارشاد بالکل صادق آتا ہے۔

''عن عبدالله بن عمرو بن العاص قال: سمعت رسول الله ﷺ یقول: إن الله لا یقبض العلم انتزاعًا ینتزعه من العباد ولکن یقبض العلم بقبض العلماء حتی إذا لم یبق عالماً اتخذ الناس رؤوسًا جهالاً فسئلوا فأفتوا بغیر علم فضلوا وأضلوا''

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''بے شک اللہ تعالیٰ علم کو (آخری زمانہ میں) اس طرح نہیں اٹھائے گا کہ لوگوں کے دل و دماغ سے اس کو نکال لے بلکہ علم کو اس طرح اٹھائے گا کہ علما (حق) کو اٹھالے گا حتی کہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا پیشوا بنالیں گے اور ان سے دین کی باتیں پوچھیں گے اور وہ علم کے بغیر فتویٰ دیں گے اس طرح وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔'' (بخاری: ۱۰۰، مسلم: ۲۶۷۳ وترقیم دارالسلام: ۶۷۹۶)

باطل فرقوں کی ریشہ دوانیاں

اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول سیدنا محمد ﷺ کو دین حق دے کر مبعوث فرمایا تاکہ اس دین حق یعنی اسلام کو تمام ادیان باطلہ پر غالب کردیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَیَاْبَی اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ کَرِهَ الْکٰفِرُوْنَ ٥ هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ وَلَوْ کَرِهَ الْمُشْرِکُوْنَ﴾

وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں لیکن اللہ کو یہ بات منظور نہیں۔ وہ اپنے نور کو پورا کرکے

رہے گا خواہ یہ بات کافروں کو کتنی ہی بری لگے۔ وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اس دین کو سب ادیان پر غالب کردے خواہ یہ بات مشرکوں کو کتنی ہی ناگوار ہو۔ (التوبۃ:۳۲، ۳۳)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ کفار ومشرکین، اسلام کے نور کو بجھانے کے لئے ہر ممکن کوشش کرتے رہے ہیں اور کرتے رہیں گے لیکن وہ اللہ کے دین کو کبھی مٹا نہیں سکتے کیونکہ یہ دین دنیا میں غالب ہونے کے لئے آیا ہے مغلوب ہونے کے لئے نہیں۔

کفار ومشرکین کے علاوہ ایک تیسرا گروہ جسے منافقین کہا جاتا ہے اس نے بھی اسلام کو نقصان پہنچانے اور مٹانے کے لئے خفیہ پروگرام مرتب کئے اور اسلام کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا، منافقین نے ہمیشہ آستین کے سانپ کا کردار ادا کیا۔ اور انہوں نے اسلام کو کفار ومشرکین سے بھی زیادہ نقصان پہنچایا۔ اور اسلام کے بنیادی عقائد ونظریات تک کو بدلنے کی مکروہ کوششیں کیں اور اسلام کے خلاف ایسی سازشیں کیں کہ جس کی وجہ سے لوگوں کو شکوک وشبہات میں مبتلا کردیا گیا۔ اور ایسی ایسی باتیں مشہور کی گئیں جس کا حقیقت سے کچھ بھی تعلق نہ تھا۔ مثلاً یہ کہ خلافت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا حق تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خلافت کی وصیت فرمادی تھی اور آپ وصی رسول تھے۔ لیکن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ان سے خلافت چھین لی تھی اور اسی طرح یہ بات کہ ''تمام صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم اجمعین) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مرتد ہوگئے تھے (نعوذ باللہ من ذلک) سوائے تین صحابہ کرام کے اور ظاہر بات ہے کہ جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہی مسلمان نہ رہے تو پھر ان کا پیش کردہ قرآن وحدیث کب درست اور حق ہوسکتا ہے؟ اس طرح ان منافقین نے شجر اسلام کی جڑیں کاٹنے کی بھرپور کوشش کی۔ اس فرقہ کے علاوہ ایک دوسرا فرقہ بھی معرض وجود میں آیا جسے خوارج کہا جاتا ہے۔ اس فرقہ نے اللہ تعالیٰ کی توحید اور قرآن کریم کو ماننے کا زبردست دعویٰ کیا لیکن احادیث رسول کا انکار کردیا۔ اور توحید کا تو ایسا زبردست نعرہ لگایا کہ انہیں اپنے خودساختہ نظریات کے علاوہ ہر چیز شرک نظر آنے لگی، اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ (حکم صرف اللہ کا چلے گا) کا نعرہ بلند کرکے انہوں نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسی مقدس ہستیوں کو بھی کافر قرار دے ڈالا اور بالخصوص سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو کھلم کھلا کافر کہا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کے اس استدلال کے متعلق فرمایا تھا: ''**کلمة حق أرید بها باطل**'' (یہ) کلمہ حق ہے لیکن ان کا ارادہ اس سے باطل ہے۔ (مسلم: ۱۵۷/۱۰۶۶ وترقیم دارالسلام: ۲۴۶۸)

یعنی انہوں نے اس کا مفہوم غلط اخذ کرلیا ہے اور اسی غلط مفہوم کو وہ دوسروں پر بھی مسلط کرنا چاہتے ہیں۔

تکفیری فرقہ خوارج کے خدوخال

اس تکفیری فرقہ کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیشن گوئی فرمائی:

(۱) علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اے لوگو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

''**یخرج قوم من أمتي یقرء ون القرآن لیس قراء تکم إلی قراء تهم بشيء ولا صلٰوتکم إلی**

صلوتهم بشيء ولا صيامكم إلى صيامهم بشيء يقرؤن القرآن يحسبون أنه لهم وهو عليهم لا تجاوز صلوتهم تراقيهم يمرقون من الإسلام كما يمرق السهم من الرمية ''

میری امت سے ایک قوم نکلے گی جو قرآن پڑھیں گے ایسا کہ تمہارا قرآن پڑھنا ان کے مقابلے میں کچھ حیثیت نہ رکھے گا اور نہ تمہاری نماز ان کی نماز کے مقابلے میں کچھ اہمیت رکھے گی اور نہ تمہارے روزے ان کے روزوں کے مقابلے میں کچھ حیثیت رکھیں گے وہ قرآن پڑھ کر یہ سمجھیں گے کہ قرآن ان کے لئے حجت ہے جبکہ قرآن ان کے خلاف حجت ہوگا۔ نماز ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گی وہ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر نشانے سے نکل جاتا ہے۔ (مسلم:۱۵۶/۱۰۶۶ وترقیم دارالسلام:۲۴۶۷)

(۲) صحیح بخاری کی ایک روایت میں سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

(ذوالخویصرہ کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:)

اس کے جوڑے سے کچھ لوگ پیدا ہوں گے کہ تم اپنی نماز کو ان کی نماز کے مقابلے میں حقیر سمجھو گے اور تم اپنے روزوں کو ان کے روزوں کے مقابل ناچیز سمجھو گے، وہ قرآن کی تلاوت کریں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، یہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے زوردار تیر جانور سے پار ہو جاتا ہے اس تیر کے پھل کو اگر دیکھا جائے تو اس میں کوئی چیز (خون وغیرہ) نظر نہ آئے گی اور تیر کے دیگر حصوں میں بھی کچھ نظر نہ آئے گا۔ بالکل اسی طرح ان لوگوں پر بھی دین کی کوئی علامت موجود نہ ہوگی۔ (صحیح بخاری:۳۶۱۰)

(۳) ایک اور روایت میں ہے کہ وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے اور اگر میں ان کو پالوں تو انہیں قوم عاد کی طرح قتل کردوں گا۔ (صحیح بخاری:۳۳۴۴)

(۴) سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں:

''وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار میں سے نکل جاتا ہے۔''

'' ثم لا يعودون فيه وهم شر الخلق والخليقة ''

اور پھر وہ دین میں واپس پلٹ کر نہیں آئیں گے اور وہ ساری مخلوق سے بدتر ہوں گے۔ (مسلم:۲۴۶۹، ابن ماجہ:۱۷۰)

(۵) سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

'' سيخرج قوم في آخر الزمان أحداث الأسنان، سفهاء الأحلام يقولون من خير قول البرية لايجاوز إيمانهم حناجر هم يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرمية فأينما لقيتمو هم فاقتلو هم فإن في قتلهم أجرًا لمن قتلهم يوم القيامة ''

آخری زمانے میں ایسے لوگ نکلیں گے جو نوعمر، کم عقل (جاہل، بے وقوف) ہوں گے، بات تو سب مخلوق سے اچھی کریں گے (لوگوں کی خیرخواہی و بہتری کی بات کہیں گے۔) لیکن ان کا ایمان ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر نشانے سے نکل جاتا ہے۔ تم ان کو جہاں بھی پاؤ قتل کر ڈالو بے شک ان

کہ قتل کرنے والوں کے لئے قیامت کے دن اجر ہے۔
(صحیح بخاری کتاب استابۃ المرتدین والمعاندین وقتالھم باب ۶ قتل الخوراج والملحدین ح ۶۹۳۰، کتاب المناقب باب ۲۵، علامات النبوۃ ح ۳۶۱۱، صحیح مسلم ح ۲۴۶۱، مشکاۃ المصابیح ح ۳۵۳۵)

سیدنا ابو برزہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں بھی یہ الفاظ ہیں: '' **يخرج في آخر الزمان قوم كأن هذا منهم** ''

آخری زمانہ میں ایک قوم نکلے گی گویا کہ یہ اسی میں سے ہے (جس نے نبی ﷺ کی تقسیم پر اعتراض کیا تھا۔) یہ لوگ قرآن پڑھیں گے جوان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ (النسائی: ۴۱۰۸ و إسنادہ حسن)

(۶) سیدنا ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: '' **الخوارج كلاب النار** ''

خوارج جہنم کے کتے ہیں۔ (ابن ماجہ: ۱۷۳ و ھو حدیث حسن)

اور ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی اس طرح کے الفاظ مروی ہیں۔ (الترمذی: ۳۰۰۰ و سندہ حسن، ابن ماجہ: ۱۷۶، المشکوٰۃ: ۳۵۵۴)

تکفیری جماعتیں ہر دور میں پیدا ہوتی رہیں گی

(۷) سیدنا ابو برزہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے آخر میں یہ الفاظ بھی ہیں:

'' **لا يزالون يخرجون حتى يخرج آخرهم مع المسيح الدجال** ''

یہ (خارجی، تکفیری) ہمیشہ نکلتے رہیں گے یہاں تک کہ ان کے آخری لوگ دجال کے ساتھ نکلیں گے۔

(النسائی: ۴۱۰۸، مسند احمد ۴/۴۲۱، ۴۲۵، المستدرک ۲/۱۴۶، **وقال الأستاذ حافظ زبير علي زئي: إسناده حسن وأخرجه ابن أبي شيبة ۱۰/۳۲۰، ۳۲۱، وأحمد ۴/۴۲۱، ۴۲۵، من حديث حماد بن سلمة وهو في السنن الكبرىٰ للنسائي ح۳۵۶۶..... وللحديث شواهد/ عمدة المساعي في تخريج أحاديث سنن النسائي رقم ح۴۱۰۸**)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ شروع میں ان تکفیری جماعتوں کا دعویٰ کتاب اللہ کے ماننے کا ہوگا لیکن اہل اسلام کی دشمنی کی وجہ سے ان پر ایسا وقت بھی آ جائے گا کہ یہ کتاب اللہ کو چھوڑ کر کھلم کھلا کفر (وتکفیر) کے علمبردار بن جائیں گے۔

یہ باطل فرقے مدینہ کے مشرق سے نکلتے رہیں گے

(۸) '' **عن سهل بن حنيف: سمعت النبي ﷺ يذكر الخوارج فقال سمعته وأشار بيده نحو المشرق: قوم يقرء ون القرآن بألسنتهم لا يعدو تراقيهم يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرمية** ''

سیدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو خوارج کا ذکر کرتے ہوئے سنا، پس آپ ﷺ کو میں نے فرماتے ہوئے سنا اور آپ نے مشرق کی طرف اشارہ کیا: (یعنی مشرق سے) ایک قوم نکلے گی

جو اپنی زبانوں سے قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار میں سے ہو کر نکل جاتا ہے۔ (مسلم: ۱۰۶۸ وترقیم دارالسلام: ۲۴۷۰)

(۹) ''عن سالم عن أبيه عن النبي ﷺ أنه قام إلى جنب المنبر فقال: الفتنة ههنا، الفتنة ههنا من حيث يطلع قرن الشيطان أوقال: قرن الشمس''

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ایک مرتبہ منبر کے ایک طرف کھڑے ہوئے اور فرمایا فتنہ اس طرف (ادھر) ہے فتنہ اس طرف سے ہے جدھر شیطان کا سینگ طلوع ہوتا ہے یا ''سورج کا سینگ'' فرمایا۔
(صحیح بخاری: ۷۰۹۲، مسلم: ۴۷/۲۹۰۵ وترقیم دارالسلام: ۷۲۹۴، کتاب الفتن)

شیطان طلوع اور غروب کے وقت اپنا سر سورج کے پاس رکھ دیتا ہے تا کہ سورج پرستوں کا سجدہ شیطان کے لئے ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ مشرق کی طرف رخ کئے ہوئے تھے۔ (بخاری: ۷۰۹۳) ایک روایت میں ہے: فتنہ اس طرف سے آئے گا اور آپ ﷺ نے مشرق کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا اور فرمایا: جہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوتا ہے۔ (مسلم: ۵۰/۲۹۰۵ وترقیم دارالسلام: ۷۲۹۷)

مدینۃ النبی ﷺ سے مشرق کی طرف عراق، ایران، پاک وہند (قادیان، دیوبند اور بریلی) وغیرہ کے علاقے ہیں، عراق سے خوارج، روافض وغیرہ کے فتنے برآمد ہوئے، اسی طرح تاتاریوں کا فتنہ بھی مشرق سے نکلا، اور اس طرح کے مزید فتنے مشرق کی طرف سے برابر نکلتے رہیں گے یہاں تک کہ دجال کا فتنہ اور یاجوج ماجوج کا فتنہ بھی یہیں سے برآمد ہوگا۔ ہماری آنکھوں کے سامنے پندرہویں صدی میں عثمانی برزخی اور جماعت المسلمین کے تکفیری فتنے یہیں پاکستان سے برآمد ہوئے اور عثمانی برزخی فرقے سے مزید منکرین حدیث کے فرقے نکل رہے ہیں جو کھلم کھلا احادیث اور اسلامی تعلیمات کا انکار کر رہے ہیں اور ان عقائد کی باقاعدہ تبلیغ کر رہے ہیں۔

(۱۰) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے دعا فرمائی اے اللہ! ہمارے شام میں ہمیں برکت دے، ہمارے یمن میں ہمیں برکت دے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ہمارے نجد میں بھی؟ نبی ﷺ نے پھر فرمایا: اے اللہ ہمارے شام میں ہمیں برکت دے، ہمارے یمن میں برکت دے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اور ہمارے نجد میں؟ (صحابی فرماتے ہیں) میرا گمان ہے کہ آپ ﷺ نے تیسری مرتبہ فرمایا: وہاں (نجد میں) زلزلے اور فتنے ہیں اور وہاں شیطان کا سینگ (دجال) طلوع ہوگا۔ (بخاری: ۷۰۹۴)

علامہ عینی حنفی شرح صحیح بخاری میں امام خطابی سے نقل کرتے ہیں کہ: **''نجد من جهة المشرق، ومن كان بالمدينة كان نجده بادية العراق ونواحيها وهي مشرق أهل المدينة وأصل نجد ما ارتفع من الأرض''** نجد سے مراد مشرق کی طرف والا نجد ہے، جو آدمی مدینہ میں ہو تو اس کے لئے عراق اور اس کے اردگرد کا علاقہ نجد ہے وہی مدینہ والوں کا مشرق ہے۔ اصل میں نجد اس زمین کو کہتے ہیں جو بلند ہو۔ (عمدۃ القاری ۲۴/۲۰۰ ح ۷۰۹۴)

لہذا اس حدیث میں نجد سے مراد عراق ہے جو مدینہ سے بلندی پر واقع ہے اور جیسا کہ اوپر کی احادیث میں اس

کی وضاحت موجود ہے۔ یہاں نجد سے حجاز کا نجد مراد نہیں ہے۔ کیونکہ فتنوں کی سرزمین کوفہ عراق ہی ہے۔ اور حدیث اور تاریخ کے طالب اس بات سے بخوبی واقف ہیں۔ اس وضاحت سے ثابت ہوا کہ خارجی و تکفیری فتنوں کا مقام ولادت مشرق کے علاقے ہوں گے اور نبی ﷺ نے ان پرفتن مقامات کے لئے دعا کرنے سے بھی اجتناب فرمایا اور وضاحت فرمادی کہ ان علاقوں میں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور سب سے بڑا فتنہ دجال بھی یہیں سے نکلے گا۔

گمراہ کرنے والے امام

(۱۱) " **عن ثوبان رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: إنما أخاف على أمتي الأئمة المضلين** "
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے اپنی امت پر خوف ہے گمراہ کرنے والے ائمہ (اماموں، پیشواؤں، راہنماؤں، قائدین) کا (کہ وہ میرے امتیوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کریں گے) [ابوداود: ۴۲۵۴ وسندہ صحیح]

(۱۲) " **عن أبي هريرة يقول: قال رسول الله ﷺ يكون في آخر الزمان دجالون كذابون، يأتونكم من الأحاديث بمالم تسمعوا أنتم ولا آباؤ كم ، فإياكم وإياهم، لا يضلونكم ولا يفتنونكم**"

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: آخری زمانہ میں دجال (دھوکا دینے والے، جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ بنانے والے) کذاب (جھوٹ بولنے والے، جان بوجھ کر غلط خبر دینے والے، حق و صحیح بات کو جھٹلانے والے، خلاف حقیقت بات کرنے والے) لوگ پیدا ہوں گے، وہ تمہارے پاس ایسی احادیث (نئی نئی باتیں) لائیں گے کہ جو نہ تم نے سنی ہوں گی اور نہ تمہارے آباؤ اجداد نے۔ پس تم خود کو ان سے اور ان کو اپنے سے دور رکھنا، تاکہ نہ تو وہ تمہیں گمراہ کرسکیں اور نہ ہی کسی فتنے میں مبتلا کرسکیں۔ (صحیح مسلم: المقدمۃ باب ۴، ح ۷ ص ۱/۸ ۷)

یہ حدیث وضاحت کرتی ہے کہ جیسے جیسے قیامت قریب سے قریب تر ہوتی چلی جائے گی دنیا دجل و فریب کے ماہرین اور جھوٹے لوگوں سے بھرتی چلی جائے گی اور یہ لوگ اپنی فنکارانہ مہارتوں اور پرفریب اور خوش آئند باتوں سے لوگوں کو نہ صرف فتنے میں مبتلا کریں گے بلکہ گمراہ بھی کردیں گے اور وہ لوگوں کو باور (ظاہر) کروائیں گے کہ اگر حق و صداقت کسی چیز کا نام ہے تو وہ انہی کے پاس ہے اور وہی حقیقی مسلم ہیں اور ان کے علاوہ دنیا میں کوئی بھی مسلم نہیں ہے۔ امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ (المتوفی ۱۱۰ھ) نے اس ضمن میں بہت ہی عمدہ بات کہی ہے وہ فرماتے ہیں:

" **إن هذا العلم دين فانظروا عمن تأخذون دينكم** "

بے شک یہ (کتاب وسنت کا) علم، دین ہے پس جب تم اس کو حاصل کرو تو دیکھ لو کہ کس سے اپنا دین حاصل کر رہے ہو؟ (صحیح مسلم، ترقیم دارالسلام: ۲۶ وسندہ صحیح)

(۱۳) سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے شر (فتنہ) کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

" **دعاة على أبواب جهنم من أجابهم إليها قذفوه فيها، قلت: يا رسول الله! صفهم لنا قال:**

هم من جلد تنا ويتكلمون بألسنتنا ''

کچھ لوگ اس طرح گمراہی پھیلائیں گے کہ گویا وہ جہنم کے دروازوں پر کھڑے ہیں، اور جو ان کی دعوت کو قبول کرے گا اسے جہنم میں گرا دیں گے (حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ان لوگوں کی کچھ صفات بیان فرما دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ ہماری قوم کے لوگ ہوں گے اور ہماری ہی زبان میں گفتگو کریں گے۔ (صحیح بخاری:۷۰۸۴، صحیح مسلم:۱۸۴۷)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گمراہی کی طرف دعوت دینے والے اپنی ہی قوم کے لوگ ہوں گے لیکن تکفیری اور گمراہ فرقوں میں شامل ہونے کی وجہ سے جہنم کے داعی بن جائیں گے اور لوگوں کو قرآن وحدیث کی شاہراہ سے ہٹا کر انہیں نفس وشیطان کا بندہ بنا دیں گے۔

سید وقار علی شاہ صاحب جو ایک عرصہ تک جماعت المسلمین کی صف اول کے داعیوں میں سے تھے اور جب اللہ تعالیٰ نے انہیں دینی شعور عطا فرمایا تو پھر قرآن وحدیث کی روشنی میں اس جماعت کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہ اور اس طرح کی بہت سی متعدد احادیث سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ ہر دور میں دین کے نام پر گمراہ کرنے والے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے اور امت مسلمہ کے لئے فتنہ بنتے رہیں گے۔ یہ لوگ بظاہر تو بہت اچھی اور خیر خواہی کی باتیں کریں گے، اپنے عقائد قرآن وحدیث سے ثابت کرنے کی کوشش کریں گے لیکن قرآن وحدیث کی غلط تاویلات کر کے لوگوں کو گمراہ کریں گے اور اس طرح سے امت مسلمہ میں فتنہ، فساد، انتشار، تعصب، نفرت اور گمراہی پھیلا دیں گے۔ بظاہر بہت دین دار، دین کو سمجھنے اور اس کا علم رکھنے والے نظر آئیں گے اور اسی بنیاد پر لوگوں کی کم علمی اور دین سے محبت وعقیدت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے انہیں مرعوب کر کے اپنے جال میں پھانس لیں گے، لیکن دین ان کے حلق سے نیچے بھی نہیں اترا ہوگا یعنی وہ صحیح طور پر نہ تو دین ہی پر عمل کر رہے ہوں گے اور نہ ہی انہیں دین کی صحیح سمجھ، شعور، فہم اور معرفت ہوگی۔'' (تحقیق مزید ص۱۰)

تنبیہ: سید وقار علی شاہ صاحب ایک فرقے سے نکل کر دوسرے فرقے میں شامل ہو گئے ہیں۔

موجودہ دور میں دو نو زائدہ فرقے تکفیری میدان میں بہت ہی سرگرم ہیں جن میں سے ایک فرقہ ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی کا ہے جسے برزخی عثمانی فرقہ کہا جاتا ہے۔ یہ فرقہ عذاب قبر کا سخت منکر ہے لیکن لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے اس بات کا بھی اقرار کرتا ہے کہ عذاب قبر حق ہے۔ اس فرقہ کے بانی نے جہنم میں روح کے عذاب والی اور جنت میں روح کی راحت وآرام والی احادیث کو پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ جنت وجہنم ہی اصل قبریں ہوتی ہیں اور احادیث میں قبروں میں عذاب کی جو روایات آئی ہیں ان کی انتہائی بھونڈی تاویلات کر کے ان کا انکار کر دیا ہے کیونکہ ان کے مطابق قبروں میں عذاب وثواب کو مان لینے سے قبر پرستی کے نظریئے کو تقویت ملتی ہے، جس کی تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب ''الدین الخالص'' حصہ اول والحمد للہ۔ دوسرا فرقہ جماعت المسلمین (رجسٹرڈ) ہے جس کے بانی مسعود احمد بی ایس سی ہیں، اور اس کی تفصیل ہماری کتابوں ''الفرقۃ الجدیدۃ'' اور ''خلاصۃ الفرقۃ الجدیدۃ'' میں موجود

ہے اور تیسرا فرقہ خلیفہ والی جماعت المسلمین کا ہے۔ اس جماعت کے متعلق ہم یہاں کچھ باتیں ذکر کریں گے۔
جیسے جیسے قیامت قریب آتی جا رہی ہے ویسے ویسے امت مسلمہ میں مختلف فتنوں اور فرقوں کی کثرت ہوتی جا رہی ہے اور ہر فرقہ اپنے خود ساختہ عقائد و نظریات کو درست ثابت کرنے کے درپے ہے۔ کچھ عرصہ پہلے جماعت المسلمین کے نام سے مسعود احمد بی ایس سی نے ایک جدید فرقہ کی بنیاد رکھی اور اس فرقہ جدیدہ کا نام اس نے جماعت المسلمین رکھا۔ موصوف کے نزدیک کوئی شخص چاہے کتنا ہی صحیح العقیدہ اور نیک اعمال کا پیکر کیوں نہ ہو نیز وہ کسی جماعت یا فرقہ میں بھی شامل نہ ہو اور صرف قرآن و حدیث ہی پر عامل ہو لیکن اگر اس نے موصوف کے ہاتھ پر بیعت کر کے جماعت المسلمین میں شمولیت اختیار نہیں کی تو وہ شخص موصوف کے نزدیک غیر مسلم ہے۔ مسلم اور جماعت المسلمین کہلانے کے مستحق صرف وہی لوگ ہیں جو کہ موصوف کی جماعت میں شامل ہیں۔ موصوف نے بھی خلفا اور حکام کے سلسلہ میں آئی ہوئی احادیث کو (جن میں بیعت اور امیر کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے) اپنی خود ساختہ امارت اور جماعت پر چسپاں کر دیا ہے۔ اور اس طرح وہ اپنے چاہنے والوں کے بے تاج بادشاہ بن بیٹھے۔ ابھی امت مسلمہ اس فتنہ سے دو چار ہی تھی کہ اس نوعیت کا ایک دوسرا فتنہ ظہور پذیر ہوا۔ اس جدید فرقہ نے بھی اپنے فرقہ کا نام جماعت المسلمین رکھا۔ البتہ انہوں نے اپنے امیر کو امیر یا امام کے بجائے خلیفہ قرار دیا اور خلافت کے سلسلہ کی تمام احادیث کو اس خود ساختہ خلیفہ پر چسپاں کر دیا۔ خلیفہ صاحب تو اب ٹونی بلیئر کے دیس لندن میں مقیم ہیں اور وہاں سے وہ اپنی خلافت کا جال پاکستان میں پھیلا رہے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ اس طرح وہ تمام اہل اسلام کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کر لیں گے اور سب کو متحد کر دیں گے اور اس طرح اختلاف و افتراق کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اگرچہ مخلص مسلمانوں کی ہمیشہ سے خواہش رہی ہے کہ دنیا کے تمام مسلمان متحد و متفق ہو جائیں۔ ہر جماعت بھی یہ دعویٰ کرتی چلی آئی ہے کہ وہ اپنے جھنڈے تلے تمام اہل اسلام کو متحد کریں گے۔ خلیفہ والی جماعت نے جس طریقہ سے اپنے خلیفہ کا انتخاب کیا اور اس کے ہاتھ پر بیعت کا سلسلہ جاری کیا ہے یہ ایک انوکھی اور عجیب سی بات لگتی ہے کیونکہ دنیا کی تاریخ میں آج تک ایسا کوئی خلیفہ نہیں گزرا جو کہ مسند خلافت کے بغیر ہی خلیفہ بن گیا ہو اور اس کے لئے خلافت کی بیعت بھی لی جا رہی ہو۔ اس سلسلہ میں انہیں خلفائے راشدین کی طرف دیکھنا ہوگا اس لئے کہ جب خلفائے راشدین کے ہاتھ پر بیعت کی گئی تو وہ فوری طور پر تخت خلافت پر بھی براجمان ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

'' أو صيكم بتقوى الله والسمع والطاعة وإن كان عبداً حبشياً فإنه من يعش منكم بعدي فسيرى اختلافاً كثيراً فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ وإياكم ومحدثات الأمور فإن كل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة [رواه أحمد (۱۲۶/۴، ۱۲۷) وأبو داود(۴۶۰۷) والترمذي(۲۶۷۶) وابن ماجة(۴۳) بحواله مشكوٰة المصابيح كتاب الإيمان باب الاعتصام بالكتاب والسنة: ۱۶۵ وقال الترمذي: حسن صحيح وصححه ابن حبان: موارد ۱۰۲ والحاكم ۹۵/۱، ۹۶ ووافقه الذهبي، وقال الألباني

وحافظ زبير علي زئي: سنده صحيح]''

میں تم کو وصیت کرتا ہوں اللہ کے تقویٰ کی اور (امیر کی بات) سننے اور اطاعت کرنے کی اگرچہ تمہیں حبشی غلام کی بھی اطاعت کرنی پڑے، تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہا تو وہ بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا تو ایسی حالت میں تم پر لازم ہے کہ تم میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو اختیار کرنا۔ اسی کے ساتھ وابستہ ہو جانا اور اسے دانتوں کے ساتھ مضبوطی سے پکڑے رہنا اور تم (دین میں) نئی نئی باتوں اور کاموں سے بچتے رہنا اس لئے کہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

اس حدیث سے کئی چیزیں واضح ہوگئیں:

(۱) رسول اللہ ﷺ کے بعد امت مسلمہ میں بہت زیادہ اختلافات پیدا ہوں گے۔

(۲) مسلمانوں کے لئے اختلاف کے دور میں بھی رسول اللہ ﷺ کی سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کو اختیار کرنا انتہائی ضروری ہے تاکہ ان اختلافات کا سدباب ہو سکے۔ اب جس طرح خلفائے راشدین کی بیعت لی گئی اور بیعت کے نتیجے میں وہ مسند خلافت پر براجمان ہوئے اسی طرح آج تمام مسلمانوں کو بھی خلفائے راشدین کی سنت کے مطابق ہی کسی خلیفہ کی بیعت کرنی ہوگی۔

(۳) رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دین میں نئے نئے کاموں کو اختیار کرنے سے منع فرما دیا ہے کیونکہ ہر نیا کام بدعت اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ لہذا اب جس طرح کی بیعت اہل خلافت اپنے خلیفہ کے لئے لے رہے ہیں یہ بدعت اور نیا نرالا کام ہے اور لوگوں کو گمراہی (بدعت) کی طرف دعوت دینے کے مترادف ہے۔

اس جماعت کے امیر ابوعیسیٰ محمد الرفاعی صاحب اس وقت انگلینڈ میں عیسائیوں کی پناہ میں ہیں اور وہ لندن کے قوانین کے مطابق وہاں بود و باش اختیار کئے ہوئے ہیں اور دوسری طرف پاکستان میں ان کے لئے بیعت خلافت کا فریضہ انجام دیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خلیفہ کے لئے اولوالامر کے الفاظ بھی استعمال فرمائے ہیں۔ اولوالامر کے معنی ہیں امر والا یعنی جس کا آرڈر اور فرمان مانا جاتا ہو اور یہاں معاملہ الٹ ہے یعنی خلیفہ صاحب خود مامور و محکوم ہے۔ اہل خلافت اپنے خودساختہ خلیفہ کے لئے وہ تمام احادیث پیش کرتے ہیں کہ جس میں خلیفہ وامیر کی بیعت کرنے اور اس کی اطاعت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ عربی کا ایک محاورہ ہے کہ پہلے عرش (تخت) ثابت کریں تو پھر اس پر نقش ونگار کی بات کریں۔ عرش کا کوئی ثبوت ہی نہیں اور آپ اس پر نقش ونگار بنانے کی باتیں کرنے لگے ہیں۔ پہلے آپ یہ تو ثابت کریں کہ یہ خلیفہ واقعی اصلی خلیفہ ہے؟ اور جب اصلی ثابت ہو جائے گا تو پھر ان تمام احادیث کا اطلاق بھی اس کی ذات پر ہو سکے گا۔ ہم اہل خلافت سے دلیل مانگتے ہیں کہ ایسے خلیفہ کے لئے آپ کے پاس آخر ایسی کونسی دلیل ہے کہ جس کی بنا پر آپ نے امت مسلمہ میں ایک نیا فرقہ کھڑا کر دیا ہے اگر اس سلسلے میں کوئی واضح اور صریح دلیل موجود ہے تو اسے پیش کریں کیونکہ اصولی بات یہی ہے کہ جو شخص کسی بات کا دعویٰ کرتا ہے دلیل اس کے ذمے ہوتی ہے لیکن ان کی طرف سے جواب ملتا ہے کہ خلیفہ کے لئے خلافت کی شرط لگانا ہی درست نہیں ہے اور یہ ایسی شرط ہے جو کتاب اللہ میں

نہیں ہے اور حدیث میں ایسی شرط کو جو کتاب اللہ میں موجود نہ ہو باطل قرار دیا گیا ہے۔(بخاری:۲۷۳۵) لیکن ہمارا سوال ہنوز جواب طلب ہے اور وہ یہ کہ ہمیں قرآن وحدیث سے کسی ایسے خلیفہ کا اتا پتا بتایا جائے جو خلافت کے بغیر ہی خلیفہ ہوا اور زمین کے کسی بھی ٹکڑے پر اس کی حکومت وخلافت قائم نہ ہو۔ بلکہ جو اپنے محلے میں بھی قائم شدہ کسی برائی کے اڈے کو مٹانے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ کیا خلافت کی عدم موجودگی کے باوجود بھی کوئی خلیفہ بن سکتا ہے؟ اور اہل خلافت کا یہ کہنا کہ خلیفہ کے لئے خلافت کی شرط درست نہیں ہے۔ تو یہ بالکل ایسی بات ہے جیسے کوئی یہ کہے کہ عالم کے لئے علم کی شرط لگانا درست نہیں ہے، حالانکہ اس ناسمجھ کو معلوم ہونا چاہئے کہ عالم اس شخص کو کہتے ہیں کہ جس کے پاس علم ہو۔ لوہار اسے کہتے ہیں جو لوہے کا کام کرتا ہو۔ بڑھئی اسے کہتے ہیں جو لکڑی کا کام جانتا ہو۔ الغرض جو شخص جس کام پر مامور ہے اسی کی مناسبت سے اس کا نام لیا جاتا ہے۔ مثلاً جج، وکیل، ڈاکٹر، وزیر، صدر، ٹیچر، پروفیسر وغیرہ۔
لہذا خلیفہ بھی اس شخصیت کا نام ہے جو کہ حکومت وخلافت رکھتا ہو۔ جو شخص ڈاکٹر نہ ہوا اور لوگوں سے کہے کہ مجھے ڈاکٹر کہو تو ظاہر ہے کہ اس شخص کو بچے پتھر ماریں گے اور آوازیں بھی کسیں گے کہ پاگل ہے، پاگل ہے۔ خلیفہ بھی ایک خاص اصطلاح ہے اور اہل علم اس اصطلاح سے اچھی طرح واقف ہیں بلکہ خلیفہ ایک ایسا لفظ ہے کہ عوام الناس بھی اس کی حقیقت سے آگاہ ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ کچھ ناسمجھ اور بھولے بھالے لوگوں کو خلیفہ صاحب نے اپنے پیچھے لگا لیا ہے اور وہ ان کے پیچھے ناسمجھی میں خلیفہ، خلیفہ کی صدائیں لگا رہے ہیں اور خلیفہ صاحب دل میں خوش ہو رہے ہوں گے کہ اب واقعی میں خلیفہ بن گیا۔

[قاضی ابویعلیٰ محمد بن الحسین الفراء (متوفی ۴۵۸ھ) فرماتے ہیں کہ: ''**والثالث : أن یکون قیماً بأمر الحرب والسیاسة واقامة الحدود ، لا تلحقه رأفة في ذلک ، والذب عن الأمة**'' امام (خلیفہ) ہونے کی تیسری شرط یہ ہے کہ وہ جہاد، سیاست اور اقامت حدود پر سربراہ ہو۔ اس میں اور امت کے دفاع میں اسے نرمی لاحق نہ ہو (الاحکام السلطانیہ ص ۲۲ دوسرا نسخہ ص ۲۰) قاضی ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی (متوفی ۴۵۰ھ) نے امامت (خلافت) کی چھٹی شرط یہ بیان فرمائی: ''**الشجاعة والنجدة المؤدیة إلی حمایة البیضة وجهاد العدو**'' شجاعت ودلیری جس سے ملک کی حفاظت اور دشمن سے جہاد کیا جائے (الاحکام السلطانیہ ص ۶، اردو مترجم ص ۵) ان شرائط کی مخالفت کسی عالم سے ثابت نہیں لہذا معلوم ہوا کہ اس پر سلف صالحین کا اجماع ہے کہ خلیفہ کے لئے خلافت و اقتدار کا ہونا لازمی ہے]

بے اختیار اور خودساختہ خلیفہ کے عالم وجود میں آنے کے لئے کچھ دلائل کا ذکر بھی کیا گیا ہے اور یہ ظاہر سی بات ہے کہ کوئی شخص جب اپنے لئے کوئی کام ڈھونڈ نکالتا ہے تو اس کے کچھ نہ کچھ دلائل بھی اس کے پاس موجود ہوتے ہیں اور وقت آنے پر وہ ان دلائل کا ذکر بھی کرتا ہے تاکہ ان دلائل کے ذریعے اپنے پیروکاروں اور مریدوں کو مطمئن کر سکے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں کوئی واضح اور صریح دلیل تو اہل خلافت کے پاس نہیں ہے لیکن بقول شاعر ؎

دل کے بہلانے کو.... یہ خیال اچھا ہے

لہٰذا اہل خلافت کے ایک دوشبہات کا ذکر کر کے ہم اس کا جواب عرض کرتے ہیں تاکہ بعض لوگوں کو اس سلسلے میں جوشبہات ہوئے ہیں ان کا ازالہ کیا جائے۔

پہلا شبہ:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

'' **كانت بنو إسرائيل تسو سهم الأنبياء كلما هلك نبي خلفه نبي و أنه لانبي بعدي وسيكون خلفاء فيكثرون، قالوا: فما تأمرنا؟ قال: فوا ببيعه الأول فالأول وأعطو هم حقهم فإن الله سائلهم عما استرعاهم** ''

بنی اسرائیل کے انبیا ان کی سیاست کیا کرتے تھے جب بھی کوئی نبی فوت ہو جاتا تو اس کے بعد دوسرا نبی اس کی جگہ پر آ جاتا لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا، البتہ خلفا ہوں گے اور وہ بہت ہوں گے۔ لوگوں نے عرض کیا آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا جس خلیفہ سے تم نے پہلے بیعت کر لی ہے اس سے وفاداری کرو۔ تم انہیں ان کا حق دو۔ ان سے ان کی رعیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ پوچھے گا۔ (صحیح بخاری: ۳۴۵۵ و صحیح مسلم: ۱۸۴۲)

اس حدیث سے کسی بے اختیار خلیفہ کا کوئی ثبوت فراہم نہیں ہوتا اور ایسے کسی خلیفہ کا اس میں اشارہ تک موجود نہیں ہے، البتہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں لگاتار اور سلسلہ وار خلفا آتے رہیں گے یعنی ایک کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا ۔ الغرض اس طرح خلفا کا ایک سلسلہ قائم رہے گا۔ خلفائے راشدین۔ خلفائے بنوامیہ، خلفائے بنوعباس یہاں تک کہ انتہائی کمزور اور لاغر خلافت جس نے ترکی میں اس وقت دم توڑ دیا کہ جب مصطفیٰ کمال ترکی (سیکولر) نے اقتدار میں آ کر اس بچی کھچی خلافت کا صفایا کر دیا۔ اب دنیا میں خلافت نام کی کوئی چیز باقی نہیں رہی ہے۔ قرب قیامت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے ایک خلیفہ آئے گا جسے امام مہدی کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے اور پھر عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کے بعد خود عیسیٰ علیہ السلام ہی امت مسلمہ کے خلیفہ بن جائیں گے۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

'' **إن هذا الأمر في قريش لا يعاديهم أحد إلاكبه الله علىٰ وجهه ما أقاموا الدين** ''

یہ امر خلافت قریش میں رہے گا جو شخص ان کی مخالفت کرے گا اللہ تعالیٰ اسے اوندھا کر دے گا جب تک کہ وہ دین کو قائم رکھیں گے۔ (صحیح بخاری کتاب المناقب باب مناقب قریش ح ۳۵۰۰، کتاب الاحکام ح ۷۱۳۹)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

'' یہ امر خلافت قریش ہی میں رہے گا جب تک کہ ان میں دو آدمی بھی باقی رہیں گے۔'' (بخاری کتاب المناقب ح ۳۵۰۱، کتاب الاحکام ح ۷۱۴۰، مسلم کتاب الامارۃ ح ۴۷۰۴)

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

''(میرے بعد) بارہ امراہوں گے۔'' (بخاری ح ۷۲۲۲)

اوران صحابی رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں:

'' دین اسلام بارہ خلفا تک غالب رہے گا اور یہ سب قریش میں سے ہوں گے'' (صحیح مسلم کتاب الامارۃ ح ۴۷۰۸، ۴۷۰۹)

ان احادیث سے واضح ہوا کہ امر خلافت قریش میں رہے گا چاہے وہ دو ہی آدمی باقی رہ جائیں جب تک کہ وہ دین کو قائم رکھیں گے۔ دوسری حدیث سے واضح ہوا کہ بارہ خلفا تک دین اسلام غالب اور مستحکم رہے گا۔ ان خلفا کے بعد پھر آہستہ آہستہ دین اسلام کمزور ہوتا چلا جائے گا اور مختلف فتنے، بدعات اور گروہ بندیاں اسے کمزور کرتی چلی جائیں گی۔ ایک حدیث میں ہے:

''اس امت کی عافیت پہلے حصہ میں رکھی گئی ہے۔'' (مسلم کتاب الامارۃ ح ۴۷۷۶)

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ، سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

'' تكون النبوة فيكم ماشاء الله أن تكون ثم يرفعها إذاشاء أن يرفعهاثم تكون خلافة على منهاج النبوة فتكون ماشاء الله أن تكون ثم يرفعها إذاشاء أن يرفعها ثم تكون ملكاً عاضاً، فيكون ماشاء الله أن يكون ثم يرفعها إذا شاء أن ير فعها ثم تكون ملكاً جبريةً فتكون ماشاء الله أن تكون ثم يرفعها إذا شاء أن يرفعها ثم تكون خلافة على منهاج نبوةٍ ثم سكت ''

تم میں نبوت کا وجود اس وقت تک رہے گا جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نبوت کو اٹھا لے گا اور اس کے بعد خلافت ہوگی جو نبوت کے طریقہ پر ہوگی۔ پھر خلافت کو اٹھا لے گا اور اس کے بعد بادشاہت ہوگی کاٹنے والی (یعنی جس میں بعض لوگ بعض پر زیادتی اور ظلم کریں گے) پھر جب تک اللہ چاہے گا اسے قائم رکھے گا پھر اس کو بھی اللہ تعالیٰ اٹھا لے گا۔ پھر تکبر اور غلبہ کی حکومت ہوگی اور جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ قائم رہے گی پھر اللہ تعالیٰ اس کو اٹھا لے گا اور اس کے بعد (دوبارہ) نبوت کے طریقہ پر خلافت قائم ہوگی (جب امام مہدی اور پھر عیسیٰ علیہ السلام کا دور آئے گا) اتنا فرما کر آپ خاموش ہو گئے۔ (مسند احمد ۲۷۳/۴، والبیہقی فی دلائل النبوۃ ۴۹۱/۶، الموسوعۃ ۳۵۵/۳۰، مجمع الزوائد ۱۸۸/۵، مشکوٰۃ، ح ۵۳۷۸، الصحیحۃ ۵، وقال الہیثمی: رجالہ ثقات وقال الالبانی وشعیب الارنووط وجماعۃ: ''حسن'' وقال الحافظ زبیر علی زئی: ''صحیح'')

اس حدیث سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ خلافت کو رخصت ہوئے ایک عرصہ بیت چکا ہے اور اب غالبًا تکبر اور غلبہ کی حکمرانی کا دور ہے۔ اہل ایمان عیسیٰ علیہ السلام کے اس دور کے آنے کے منتظر ہیں کہ جن کے دور میں خلافۃ علی منہاج النبوۃ قائم ہوگی۔ اگر خلیفہ صاحب امام مہدی بننے کے خواب دیکھ رہے ہیں تو انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ امام مہدی کی کچھ مخصوص علامات اور ان کے دور کے کچھ ایسے مخصوص حالات ہیں کہ جن سے ان کی شناخت بآسانی ہو جائے گی مثلاً دجال کا ظہور ہوگا وغیرہ۔

ایک حدیث میں خلافت (خلافت علی منہاج النبوۃ) کو تیس سال میں محدود کیا گیا ہے۔
سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا:
'' الخلافة ثلٰثون سنةً ثم يكون ملكاً ثم يقول سفينة: امسک خلافة أبي بكر سنتين وخلافة عمر عشرة وعثمان اثنتی عشرة وعلي ستة ''
نبوت کی خلافت تیس برس تک رہے گی، پھر اللہ جس کو چاہے گا، سلطنت دے گا، سفینہ نے بیان کیا کہ اب تم گن لو، ابوبکر کی خلافت دو برس اور عمر کی دس برس اور عثمان کی بارہ برس اور علی کی چھ برس۔
[مسند احمد (۲۲۰/۵، ۲۲۱) ترمذی (۲۲۲۶ وقال: ھذا حدیث حسن) ابو داؤد (۴۶۴۶، ۴۶۴۷) مشکوٰۃ (۵۳۹۵) وقال الالبانی وحافظ زبیر علی زئی: وإسنادہ حسن، مستدرک (۷۱/۳، ۱۴۵) الطبرانی (۹۸/۷) شرح السنۃ (۷۵/۱۴)]
تسوسھم الانبیاء کی حدیث کا یہ مطلب بیان کیا جا رہا ہے کہ ایک ہی وقت میں کئی خلفا ہوں گے اور ان کی بیعت کی جائے گی۔ چنانچہ جماعت الخلیفۃ کے پاکستان میں نئے امیر وقار علی شاہ نے کراچی میں ایک مناظرہ کے دوران اس حدیث کی یوں وضاحت کی۔
''خلفا کثرت کے ساتھ ہوں گے اور ایک ہی وقت میں کئی خلفا کی بیعت ہو سکتی ہے ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ کس خلیفہ کو ہم نے ترجیح دینی ہے یہاں معاملہ طاقت واقتدار کا نہیں ہے بلکہ معاملہ یہ ہے کہ ایک ہی وقت میں کئی خلفا کے ہاتھ پر بیعت ہو چکی ہے تو ہم نے کس خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کرنی ہے۔''
حالانکہ اس حدیث کا یہ مطلب بالکل نہیں ہے شاید ان حضرات کو لفظ کثرت سے دھوکا لگا ہے۔ اس حدیث کا مطلب بالکل واضح ہے اور وہ یہ کہ مسلسل اور یکے بعد دیگرے خلفا آتے رہیں گے۔ اس لئے ایک ہی وقت میں کئی خلفا نہیں ہو سکتے۔ اگر موصوف کی جماعت میں بھی کئی خلفا کھڑے ہو جائیں تو ان کے لئے مسائل کھڑے ہو جائیں گے۔
وقار صاحب کے سابق امیر جماعت المسلمین (مسعود احمد صاحب) نے اس حدیث کا ترجمہ یوں کیا ہے:
''بنی اسرائیل میں سیاست کے فرائض انبیاء انجام دیا کرتے تھے (یعنی وہ نبی بھی ہوتے تھے اور حکمران بھی) [حالانکہ تمام انبیائے کرام حکمران نہیں تھے۔ ابو جابر] جب کبھی کسی نبی کا انتقال ہو جاتا تو اس کی جگہ دوسرا نبی مبعوث ہو جاتا لیکن میرے بعد یقیناً کوئی نبی نہیں بنے گا البتہ میرے بعد خلفاء ہوں گے اور کثرت سے ہوں گے۔'' صحابہ کرامؓ نے پوچھا '' آپ ہمیں (اس سلسلہ میں) کیا حکم دیتے ہیں''؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پہلے (خلیفہ) کی بیعت کو پورا کرو پھر یکے بعد دیگرے ان کی بیعت پوری کرتے رہو ان کا حق ان کو ادا کرتے رہو (یعنی تم پر ان کی اطاعت فرض ہے لہٰذا ان کی اطاعت کرتے رہو) ان کا جو فریضہ ہے اللہ ان سے اس کی بابت باز پرس کرے گا'' (یعنی تمہیں ان کی کسی کوتاہی کو بہانہ بنا کر اطاعت سے روگردانی نہیں کرنی چاہئے'')
آگے اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے مسعود احمد صاحب لکھتے ہیں:
''دوسری بات جس کی خبر اس حدیث میں دی گئی ہے یہ ہے کہ یہ خلفاء دو چار نہیں ہوں گے۔ بلکہ کثرت سے

ہوں گے۔ان خلفا کا سلسلہ دراز ایک عرصہ تک جاری رہا اور اقصائے عالم اسلام کو اسلام کے زریں اصول اور تابناک قوانین سے منور کرتا رہا۔اس سلسلہ زریں کی درازی خلفاء بنوامیہ سے بھی بہت آگے تک چلی گئی ہے۔''

(صحیح تاریخ الاسلام والمسلمین ص ۶۵۸، ۶۵۹)

اسلامی خلافت کا اصول یہ ہے کہ ایک خلیفہ کی بیعت منعقد ہونے کے بعد (جسے اہل خلافت پہلی بیعت کا حامل خلیفہ قرار دیتے ہیں) اگر کوئی دوسرا شخص بھی خلافت کا دعویٰ کرلے تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ کیونکہ جب خلیفہ کا انعقاد ہو چکا تو کسی دوسرے شخص کا دعویٰ خلافت کرنا ہی غلط اور بغاوت کے زمرے میں شامل ہے۔جس خلیفہ سے پہلے بیعت ہو چکی اسی کو قائم رکھنا چاہئے۔اور یہی اس حدیث کا مطلب ہے۔

(۱) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

'' إذا بويع للخليفتين فاقتلوا الآخر منهما ''

جب دو خلیفوں کی بیعت کی جائے تو ان دونوں میں سے آخر والے کو قتل کر دو۔ (مسلم:۴۷۹۹، مشکوٰۃ ۱۰۸۸/۲)

(۲) سیدنا عرفجہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

''جو شخص تمہارے پاس آئے اور حالت یہ ہو کہ تم سب ایک شخص (خلیفہ) پر متحد ہو اور وہ تمہارے اتحاد کو توڑنے کا ارادہ رکھتا ہو یا تمہاری جماعت کو متفرق کر دینا چاہتا ہو تو تم اس کو قتل کر دو۔'' (صحیح مسلم:۱۸۵۲)

(۳) دوسری روایت میں اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

''عنقریب طرح طرح کے شر و فسادات رونما ہوں گے پس جو شخص اس امت کے اتحاد و اتفاق کو پارہ پارہ کرنے کی کوشش کرے جب کہ وہ (ایک خلیفہ پر) مجتمع ہو چکی ہو تو اسے تلوار سے قتل کر دو خواہ وہ کوئی بھی ہو۔'' (صحیح مسلم کتاب الامارۃ ح ۴۷۹۸، ۴۷۹۶)

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جس شخص نے امام سے خلوص نیت کے ساتھ بیعت کر لی حتی المقدور اس کی اطاعت کرے اور اگر کوئی دوسرا شخص اس کے مقابلے میں (خلافت کا دعویٰ لے کر) آ جائے تو اس کی گردن مار دو۔'' (مسلم:۴۷۷۶)

اہل خلافت نے خلیفہ کے لئے چھ شرائط کا ذکر بھی کیا ہے یعنی (۱) ایمان (۲) مرد ہونا (۳) قریشی ہونا (۴) عاقل و بالغ ہونا (۵) خلافت کی خواہش سے بے نیاز (۶) پہلی بیعت کا حامل ہونا۔

یہ تمام شرائط اپنی جگہ درست ہیں لیکن اصل بنیادی بات کو عبدالرزاق صاحب آف اہل خلافت بھول ہی گئے۔ اصل چیز ہے مسند خلافت کہ جس پر خلیفہ صاحب کو براجمان ہونا ہے یہ خلافت کہاں ہے؟ خلیفہ صاحب نے کس ملک کا خلیفہ بننے کا ارادہ کر رکھا ہے؟ ملک نہیں تو کم از کم کچھ تھوڑا بہت علاقہ یا کوئی جگہ لے کر وہاں اپنی خلافت کا اعلان کر دیں۔ جب منزل مقصود ہی کا تعین نہیں ہوا تو سواری کیا فضاؤں میں چکر کاٹتی رہے گی؟ اگر کوئی شخص کسی چیز کا مالک ہوئے بغیر ہی اس کی ملکیت کا دعویٰ کر دے تو یہ اس کی دروغ گوئی اور کذب بیانی ہوگی اور ایسے انسان کو کذاب سمجھا

جائے گا۔

(۱) نبی کو جب تک نبوت نہیں ملی اس نے اپنے آپ کو نبی نہیں کہا۔

(۲) کوئی شخص نکاح سے پہلے اپنے آپ کو شوہر نہیں کہتا۔

(۳) کسی شخص نے کوئی مکان، کوٹھی یا جائیداد ہی نہیں خریدی تو وہ خریداری سے پہلے ان چیزوں کا مالک نہیں کہلائے گا۔

اسی طرح جس شخص کے پاس خلافت نہیں ہے تو وہ بھی ہرگز خلیفہ نہیں ہے۔ جس طرح ڈاکٹری کی ڈگری کے بغیر کوئی ڈاکٹر، انجنیئرنگ کی سند کے بغیر کوئی انجنیئر اور علم کے بغیر کوئی شخص عالم نہیں کہلا سکتا۔ خلافت کی عدم موجودگی میں خلیفہ ہونے کے دعویٰ کی دیوانے کی بڑ سے زیادہ حقیقت نہیں اور پھر اس نام نہاد خلافت کے لئے بیعت کا ڈراما رچانا **ظلمات بعضها فوق بعض** کا مصداق لگتا ہے۔ اس کے بجائے خلیفہ صاحب یہ اشتہار بنالیں: ''خلافت کا امیدوار'' تو یہ انتہائی مناسب قدم ہوگا لیکن اس کے لئے بھرپور تحریک چلانی ہوگی۔ ساتھ ہی یہ بھی واضح کریں کہ آپ کس ملک یا کس علاقہ میں خلافت کے امیدوار ہیں؟ آج کل بہت سے علاقے متنازعہ ہیں وہاں بھی یہ تحریک چلائی جا سکتی ہے۔ اس کے علاوہ ایک آسان صورت یہ بھی ہے کہ خلیفہ صاحب اپنا نام تبدیل کر کے خلیفہ رکھ لیں اس طرح سانپ بھی مر جائے گا اور لاٹھی بھی بچ جائے گی۔ ایک دنیا آپ کو خلیفہ کے نام سے یاد کرنے لگے گی اور اس طرح خلیفہ ہونے کی کچھ نہ کچھ آرزو پوری ہو ہی جائے گی۔ کیونکہ آج کل لوگ نام ہی کو سب کچھ سمجھ رہے ہیں جیسے مسعود احمد صاحب نے اپنی جماعت کا نام جماعت المسلمین رکھا اور دوسرے تمام مسلمانوں کو غیر مسلم قرار دے ڈالا گویا اس طرح نام رکھ کر وہ بلا شرکت غیرے اسلام کے واحد (اکیلے) ٹھیکے دار بن گئے۔

خلیفہ طاقت واقتدار کا مالک ہوتا ہے

یہ دعویٰ بھی کیا جارہا ہے کہ خلیفہ کے لئے طاقت واقتدار کی شرط لگانا درست نہیں ہے اس لئے کہ خلیفہ طاقت و اقتدار کے بغیر بھی خلیفہ ہوسکتا ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ ''ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ''۔ غور فرمایئے کہ کس قدر جہالت کا مظاہرہ کیا جارہا ہے۔ اگر کسی خانقاہ میں کسی گدی نشین خلیفہ کی بات آپ کر رہے ہیں تو ہم بھی کہتے ہیں کہ اس خلیفہ کے لئے طاقت واقتدار شرط نہیں ہے۔ لیکن جس خلیفہ نے دنیا میں اسلام کو نافذ کرنا ہے اور اللہ کی زمین میں حق کے پرچم کو بلند کرنا ہے وہ طاقت اور اقتدار کے بغیر آخر کیسے خلیفہ بن سکتا ہے۔ اس سلسلہ کے بعض دلائل ملاحظہ فرمایئے:

(۱) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

'' إنما الإمام جنة يقاتل من ورائه ويتقى به فإن أمر بتقوى الله وعدل فإن له بذلک أجراً وإن قال بغيره فإن عليه منه ''

امام (خلیفہ) ڈھال کی مانند ہے جس کے پیچھے (یعنی سربراہی اور ماتحتی میں دشمنوں سے) جنگ کی جاتی ہے اور جس کی نگرانی میں امن و عافیت حاصل کی جاتی ہے پس جو خلیفہ اللہ سے ڈر کر اس کے حکم کے مطابق حکمرانی کرے اور

انصاف سے کام لے اس کو اس کے سبب اجر ملے گا اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو اس کا گناہ اس پر ہوگا۔

[بخاری: ۲۹۵۷۔ مسلم: ۱۸۴۱/۴۳]

یہ حدیث بالکل واضح کر رہی ہے کہ طاقت و اقتدار کے بغیر خلیفہ کا کوئی تصور ہی اسلام میں موجود نہیں ہے بلکہ خلیفہ کا مطلب ہی طاقت و اقتدار ہے۔ خلیفہ اور امام ڈھال کی مانند ہوتا ہے کہ جس کی پشت پناہی میں جہاد کیا جاتا ہے اور یہ چیز طاقت و اقتدار کے بغیر ناممکن ہے۔

(۲) ﴿ وَعَدَاللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ص وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ م بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ط يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا ط وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴾

اللہ نے تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وعدہ کر لیا ہے کہ انہیں زمین میں خلافت عطا فرمائے گا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو خلافت عطا کی تھی اور ان کے اس دین کو جس کو اللہ نے ان کے لئے پسند کر لیا ہے مستحکم کر دے گا اور خوف کے بعد ان کو امن نصیب فرمائے گا۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو صرف میری ہی عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے اور جو شخص اس (خوشخبری) کے بعد بھی کفر کرے تو ایسے ہی لوگ فاسق ہیں۔ [النور: ۵۵]

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو خلافت دینے کا وعدہ فرمایا اور اہل خلافت اللہ تعالیٰ کے قانون کو زمین پر نافذ کریں گے اور یہ طاقت و اقتدار کے بغیر ناممکن ہے معلوم ہوا کہ طاقت و اقتدار کے بغیر خلافت کا تصور ممکن نہیں ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس امت سے پہلے آئے ہوئے لوگوں کی خلافت کا بھی ذکر کیا ہے۔ چنانچہ پہلے لوگوں ہی سے سیدنا داؤد علیہ السلام کا ذکر ملاحظہ فرمائیں:

﴿يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ط﴾

اے داؤد ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا لہذا تم لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرو (یا ان پر حکومت کرو) اور خواہش نفس کی پیروی نہ کرو ورنہ وہ تمہیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی۔ (صٓ: ۲۶)

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿وَشَدَدْنَامُلْكَهٗ......﴾

اور ہم نے اس کی سلطنت وحکومت مضبوط کر دی تھی.............. (صٓ: ۲۰)

تیسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ط﴾

اور داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کر دیا اور اللہ نے اسے بادشاہی اور حکمت عطا کی اور اس علم ہی سے اس کو سکھایا جس

میں سے وہ چاہتا ہے۔ (البقرۃ:۲۵۱)

داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے طالوت کے بعد بادشاہت وخلافت سے نوازا۔ جس کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے۔ لیکن خلیفہ والی جماعت کے پاکستان میں مقرر کردہ امیر وقار علی شاہ صاحب نے مناظرہ کے دوران یہ عجیب نکتہ بیان کیا کہ جالوت کے قتل کے بعد طالوت کو بادشاہ بنایا گیا جس کا اعلان اس آیت میں کیا گیا ہے۔ حالانکہ طالوت کی بادشاہت کا اعلان جہاد سے پہلے کر دیا گیا تھا اور انہیں بادشاہ بنا دیا گیا تھا:

﴿وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ؕ﴾

اور ان (بنی اسرائیل) کے نبی نے ان کو کہا اللہ نے تمہارے لئے طالوت کو بادشاہ مقرر کر دیا ہے۔ (البقرۃ:۲۴۷)

معلوم نہیں کہ وقار صاحب نے اس مناظرہ کے دوران اس قدر جہالت کا مظاہرہ کیوں کیا؟ کیونکہ وہ اپنی اس بات پر مسلسل مصر رہے۔ اور داؤد علیہ السلام کی خلافت کے ذکر کو طالوت پر چسپاں کرتے رہے۔ موصوف نے سابقہ جماعت المسلمین پر چند انتہائی اہم کتب تحریر کی ہیں۔ (۱) جماعت المسلمین یا جماعت التکفیر (۲) تحقیق مزید، لیکن ایسا لگتا ہے کہ اب وہ اپنے اس مؤقف سے رجوع کر چکے ہیں اور فرقہ پرستی کی جس گندگی میں وہ پہلے لت پت ہو گئے تھے اب دوبارہ وہ اس میں جا پڑے ہیں۔

﴿كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ کے سلسلہ میں بعض خلافتوں کا ذکر قرآن مجید میں بھی کیا گیا ہے۔ لیکن میں اس کی تفصیل میں جانا مناسب نہیں سمجھتا اور صرف حوالہ جات نقل کرنے ہی پر اکتفا کرتا ہوں۔ سیدنا یوسف علیہ السلام (یوسف:۵۶) سیدنا سلیمان علیہ السلام (صٓ:۳۵، ۳۶، النمل:۱۵، ۱۶) سیدنا ذوالقرنین علیہ السلام (الکہف:۸۴)

امام مہدی

نزول عیسیٰ علیہ السلام کے وقت مسلمانوں کے جو خلیفہ ہوں گے انہیں امام مہدی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ان کے لئے حدیث میں خلیفہ، امام اور امیر وغیرہ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

(۱) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

" لا تزال طائفة من أمتي يقاتلون على الحق ظاهرين إلى يوم القيامة، قال: فينزل عيسى ابن مريم فيقول أمير هم تعال صل لنا فيقول لا إن بعضكم على بعض أمرآء تكرمة الله هذه الأمة "

میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق کے لئے لڑتی رہے گی اور قیامت تک اپنے مخالفین پر غالب رہے گی۔ پھر عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نازل ہوں گے پس مسلمانوں کا امیر ان سے کہے گا آئیے اور ہمیں نماز پڑھائیے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے کہ نہیں بے شک تم میں سے بعض بعض پر امیر ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس امت کو بزرگ و برتر سمجھتا ہے۔ (مسلم کتاب الایمان ح ۳۹۵)

(۲) دوسری حدیث میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

'' یکون في آخر الزمان خلیفة یقسم المال ولا یعدهٔ وفي روایة: یکون في آخر أمتي خلیفة یحثي المال حثیاً ولا یعده عداً '' وفي روایة: من خلفائکم خلیفة یحثو المال حثیاً ولا یعدهٔ عدداً''

آخری زمانے میں ایک خلیفہ ہوگا جو (لوگوں میں) مال تقسیم کرے گا اور اس مال کو شمار نہیں کرے گا، اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: میری امت کے آخر میں ایک خلیفہ ہوگا جو لپ بھر بھر کر مال دے گا اور اس کو شمار نہیں کرے گا۔ اور ایک روایت میں ہے: تمہارے خلفا میں سے ایک خلیفہ ہوگا جو لپ بھر بھر کر مال تقسیم کرے گا اور اس کو شمار نہیں کرے گا۔ (مسلم کتاب الفتن ۷۳۱۸، ۷۳۱۵، ۷۳۱۷۔ مشکوۃ: ۵۴۴۱۔ مسند احمد ۳/۳۱۷ مستدرک ۴/۴۵۴)

(۳) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

'' کیف أنتم إذا نزل ابن مریم فیکم وإما مکم منکم''

تمہاری کیا حالت ہوگی جب عیسیٰ علیہ السلام تم میں نازل ہوں گے اور تمہارے امام تم میں سے ہوں گے۔

(بخاری کتاب احادیث الانبیاء ح ۳۴۴۹، مسلم کتاب الایمان ح ۳۹۳، ابوعوانہ ۱/۱۰۶، شرح السنۃ ۱۵/۸۲)

[امام مہدی کے سلسلہ میں مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے صحیح ابن حبان ح ۶۷۸۴، صحیحہ ۱۴/۴۰، قال الحافظ زبیر علی زئی: وھو کما قالوا، یعنی قال الحاکم والذہبی والالبانی صحیح، التحقیق علی کتاب الفتن والملاحم لابن کثیر عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ، سنن ابی داود کتاب المہدی]

دوسرا شبہ:

سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے خیر کے متعلق سوالات کیا کرتے تھے اور میں ان سے شر کے بارے میں دریافت کیا کرتا تھا اس ڈر سے کہ میں اس میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ ہم جاہلیت اور شر میں مبتلا تھے کہ اللہ نے ہمیں یہ خیر دکھائی تو کیا اس خیر کے بعد کوئی شر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ میں نے عرض کیا: تو کیا اس شر کے بعد کوئی خیر ہے؟ فرمایا: ہاں مگر اس میں دخن ہوگا۔ میں نے عرض کیا: دخن سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: ایسے لوگ ہوں گے جو میرے طریقہ پر نہیں ہوں گے، ان کی کچھ باتیں معروف ہوں گی اور کچھ منکر۔ میں نے پھر عرض کیا: اس خیر کے بعد کوئی شر ہوگا؟ فرمایا: ہاں جہنم کے دروازوں کی طرف دعوت دینے والے ہوں گے جو ان کی دعوت قبول کرلے گا وہ اس کو جہنم میں پہنچا دیں گے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ ان لوگوں کے کچھ اوصاف بتائیے۔ فرمایا: وہ ہماری قوم کے لوگ ہوں گے اور ہماری ہی زبان میں باتیں کریں گے۔ میں نے عرض کیا: کہ اگر میں اس وقت کو پالوں تو آپ مجھے کس بات کا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا: مسلمین کی جماعت اور ان کے امام کو لازم پکڑنا۔ میں نے عرض کیا کہ اگر ان کی جماعت اور امام نہ ہو تو؟ فرمایا: ان سب فرقوں سے الگ ہو جانا چاہے تمہیں درخت کی جڑیں چبانی پڑ جائیں یہاں تک کہ تمہیں اسی حالت میں موت آجائے۔ (بخاری، کتاب الفتن ح ۷۰۸۴، ۳۶۰۶، صحیح مسلم کتاب الامارۃ ح ۴۷۸۴)

اس حدیث کے الفاظ تلزم جماعۃ المسلمین وامامھم (جس میں فتنوں کے دور میں جماعۃ المسلمین اوراس کے امیر کو لازم پکڑنے کا حکم دیا گیا ہے) سے استدلال کیا گیا ہے کہ خلیفہ صاحب اوراس کی جماعت میں شمولیت اختیار کر لی جائے۔ان سے پہلے مسعود احمد (بی ایس سی) بھی اپنی جماعت المسلمین کے لئے اس روایت سے استدلال کر چکے ہیں اوران سے متاثر ہوکر وقار علی شاہ صاحب بھی ایک عرصہ تک ان کی جماعت میں شامل رہے اور پھر اس جماعت سے خروج اختیار کر کے کچھ عرصہ بعد خلیفہ والی جماعت المسلمین میں شامل ہو کر اس کے امیر پاکستان بن چکے ہیں۔اس روایت کے دوسرے طریق میں خلیفہ کے الفاظ بھی آئے ہیں:

إن كان لله تعالىٰ خليفة فى الأرض فضرب ظهرک و أخذ مالک فأطعه

(ابوداود کتاب الفتن ۴۲۴۴، ۴۲۴۵ وھو حدیث حسن، مسند احمد ۵/۴۰۳، مستدرک ۴/۴۳۳، مشکوٰۃ ۳/۴/۱۴۸، مسند ابی عوانہ ۴/۴۷۰) امام ابوعوانہ نے حدیث تلزم جماعۃ المسلمین وامامھم کو نقل کر کے اس کے بعد اسی حدیث کو نقل کیا ہے۔

اس حدیث کا تعلق حکومت وخلافت سے ہے اگر مسلمانوں کی خلافت قائم ہو تو اس کے امیر کے ہاتھ پر بیعت کرنا اوراس کا ساتھ دینا ضروری ہے لیکن اگر خلافت موجود نہ ہو تو کسی فرقہ یا جماعت میں شامل نہیں ہونا چاہئے، بلکہ تمام فتنوں سے الگ رہ کر قرآن وحدیث کے ساتھ وابستہ رہنا چاہئے۔خلیفہ صاحب کے پاس اس وقت چونکہ خلافت موجود نہیں ہے لہذا اس کے حواریوں کا اس روایت سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔صرف نام رکھ لینے سے اور بیعت لینے سے کوئی شخص خلیفہ نہیں بن سکتا۔ورنہ ہر علاقے میں لوگ اس طرح کا عمل شروع کر دیں گے اوراس طرح بے شمار خلافتیں وجود میں آ جائیں گی۔پھر خلیفہ موصوف کا یہ عمل دھوکا اور فراڈ کے ضمن میں بھی آتا ہے اور مومن کبھی دھوکا باز اور فراڈی نہیں ہوسکتا۔اس وضاحت کے بعد اب میں جناب تنویر اختر صدیقی صاحب کے سوالوں کی طرف آتا ہوں،ان کے اکثر سوالوں کے جوابات میری وضاحت میں آ چکے ہیں۔

سوال: ''منجانب: تنویر اختر صدیقی بخدمت جناب محترم ڈاکٹر ابوجابر عبداللہ دامانوی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اما بعد! امید ہے بخریت ہوں گے۔گزارش یہ ہے کہ جب میرا ذہن تحقیق اور دین کی طرف مائل ہوا تو جماعت المسلمین رجسٹرڈ کراچی میں شامل ہوا اور پھر جب دو سال بعد ان کے عقائد کھل کر سامنے آ گئے تو ان سے برات کی۔پھر آج تک کسی جماعت میں شامل نہیں ہوا۔سر دست ایک مسئلہ میں آپ کی مدد درکار ہے کہ مجھے قرآن وسنت سے ان مسائل پر سمجھا کر اللہ سے ثواب کی امید پائیں جزاک اللہ خیراً۔

آپ کے علم میں ہوگا کہ 1994ء میں علاقہ غیر ''تیراہ'' میں عرب مجاہدین نے ایک شخص ابوعیسیٰ محمد الرفاعی کے ہاتھ پر بطور خلیفہ بیعت کی۔جب قبائلیوں سے لڑائی ہوئی تو یہ لوگ افغانستان چلے گئے۔وہاں بھی لڑائی کے نتیجہ میں یہ لوگ پھر انگلینڈ چلے گئے اور آج تک یہ لوگ مسلمانوں سے درخواست کر رہے ہیں کہ ہمارے خلیفہ کی بیعت کریں۔مجھے بھی یہ دعوت ملی ہے لیکن سخت الجھن کا سامنا ہے کیونکہ ایسے شخص کو خلیفہ کیسے تسلیم کریں جو کفار کے زیر اثر اور قبضے میں ہے؟ بہرحال آپ مہربانی فرما کر میری یہ الجھن دور فرمائیں۔

ا: بخاری کی ایک حدیث ہے کہ ''میرے بعد خلفاء ہوں گے۔تم پہلی بیعت کے حامل خلیفہ کی وفاداری کرو۔'' جبکہ طبرانی کی صحیح حدیث ہے کہ'' نبوت کے بعد خلافت ہوگی جو رحمت ہوگی، پھر بادشاہت ہوگی، پھر امارت ہوگی جو رحمت ہوگی۔'' گزارش یہ ہے کہ ان دونوں احادیث کی کس طرح تطبیق کریں؟

الجواب (ا) [المعجم الاوسط للطبرانی میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''**إنكم في نبوة ورحمة، و ستكون**

خلافة و رحمة، ثم یکون کذا و کذا، ثم یکون ملکاً عضوضاً '' إلخ (۴/۲۷۳ ح ۷۶۹۲ وسندہ حسن)
اس روایت اور صحیح بخاری کی روایت میں کوئی تعارض نہیں۔ خلفا میں سے خلفائے راشدین بھی ہوں گے اور ان کے بعد ایسے خلفا بھی آئیں گے جو ''کذا و کذا'' اور ملک عضوض سے متصف ہوں گے۔]

سوال (۲): کیا ''امارت ہوگی جو رحمت ہوگی'' والی حدیث سے امت میں اکثر امارتوں کا ظہور نہیں ہوا جیسا کہ اب بے شمار جماعتوں کے امراء موجود ہیں؟

الجواب (۲) امارت سے مراد خلافت وحکومت ہے نہ کہ کسی بے اختیار امیر کی امارت بعض امرا نے جو موجودہ وقت میں اپنی امارتیں قائم کر رکھی ہیں تو یہ صرف تنظیمی لحاظ سے اپنی جماعتوں کے امیر ہیں اور جماعت کے نظم ونسق کو چلانے کیلئے انہوں نے یہ امارتیں قائم کر رکھی ہیں۔ میرے خیال میں ان امارتوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے بلکہ علمائے کرام ان امارتوں کے بغیر بھی دعوت وتبلیغ کا فریضہ ادا کر سکتے ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ تمام امرا اپنی اپنی امارتیں چھوڑ کر ایک امارت کے ماتحت ہو جائیں۔ لیکن چونکہ معاملہ کرسی کا ہے اور کوئی امیر اپنی کرسی چھوڑنا نہیں چاہتا۔ اس سلسلہ میں بعض لوگوں نے کوششیں بھی کی ہیں لیکن انہیں کامیابی کی کوئی صورت دکھائی نہ دی۔ ایک صاحب نے اس سلسلہ میں جو جواب دیا وہ سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے وہ فرماتے ہیں کہ ''جب سب جماعتیں متحد اور ایک ہو جائیں گی تو پھر ہم بھی ان کے ساتھ شامل ہو جائیں گے۔'' ان جماعتوں کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ یہ تعصب اور نفرت کو ہوا دیتی ہیں بلکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:
﴿كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَیْهِمْ فَرِحُوْنَ﴾ ہر جماعت کے پاس جو کچھ ہے اس پر وہ خوش ہے۔ (الروم:۳۲)

سوال (۳): کیا موجودہ مسلمانوں کی مذہبی وسیاسی جماعتیں، ساری شرعی ہیں یا غیر شرعی؟ اگر شرعی ہیں تو ''ولا تفرقوا'' پر عمل کیسے ہوگا؟

الجواب (۳) مسلمانوں کا مختلف جماعتوں میں تقسیم ہو جانا تفرقہ کی ایک صورت ہے اور تفرقہ کی یہ شکل وصورت غیر شرعی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ص﴾
تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔ (آل عمران:۱۰۳)
[یعنی تمام موجودہ سیاسی ومذہبی جماعتوں سے علیحدہ ہو جاؤ، کسی ایک کی بھی رکنیت وغیرہ اختیار نہ کرو]

سوال (۴): فرقہ پرستی کے اس دور میں ایک مسلم کیا کرے؟ نیز خلافت کا قیام کس طرح ہوگا؟

الجواب (۴) مسلم کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اتباع وپیروی اختیار کرے۔ قرآن وحدیث پر عمل پیرا رہے۔ اور اللہ کی نافرمانی سے بچتا رہے۔ اگر ایسا دور آ جائے کہ اس میں اللہ کی عبادت کرنا مشکل ہو جائے تو جنگل کی طرف نکل جائے وہاں بکریاں چرائے اور اللہ کی عبادت کرے اور اپنے دین کو فتنوں سے بچائے یا پھر اپنے گھر یا کسی مقام میں گوشہ نشین ہو جائے۔ اس سلسلہ میں احادیث میں جو تفصیل آئی ہے وہ ملاحظہ فرمائیں:

سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''**یوشک أن یکون خیر مال المسلم غنم یتبع بها شعف الجبال و مواقع القطر، یفر بدینه من الفتن**''

وہ زمانہ قریب ہے جبکہ مسلمان کا بہترین مال بکریاں ہوں گی وہ ان کو لے کر پہاڑ کی چوٹی پر یا بارش کے گرنے کی جگہ (جنگل کے نالوں پر) چلا جائے گا اور فتنوں سے بھاگ کر اپنے دین کو بچا لے گا۔

(بخاری کتاب الایمان: ۱۹، ۳۳۰۰، ۳۶۰۰، ۶۴۹۵، ۷۰۸۸)

سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''عنقریب فتنوں کا ظہور ہوگا اور یاد رکھو کہ پھر ان فتنوں میں سے ایک بڑا فتنہ پیش آئے گا اس بڑے فتنہ میں بیٹھا ہوا شخص چلنے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا بہتر ہوگا فتنہ کی طرف دوڑنے والے سے۔ خبردار! جب یہ فتنہ وقوع میں آئے تو وہ شخص جس کے پاس اونٹ ہوا پنے اونٹ کے ساتھ ہو جائے اور جس کے پاس بکریاں ہوں وہ اپنی بکریوں میں مل جائے اور جس کے پاس زمین ہو وہ اپنی زمین میں جا پڑے (یعنی تمام مصروفیتوں کو چھوڑ کر گوشہ تنہائی اختیار کرے اور ان چیزوں میں مشغول و منہمک ہو جائے) ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! جس کے پاس اونٹ، بکریاں اور زمین نہ ہو وہ کیا کرے؟ فرمایا: وہ اپنی تلوار کی طرف متوجہ ہو اور اس کو پتھر پر مار کر توڑ ڈالے (یعنی اس کی دھار کو بیکار کر دے تاکہ جنگ وجدل کا خیال اس کے دل میں پیدا نہ ہو۔) اور پھر اس کو چاہئے کہ ان فتنوں سے نجات پانے کے لئے بھاگ نکلے اگر وہ جلد ایسا کر سکے (تو اس میں دیر نہ کرے) اس کے بعد آپ نے فرمایا: اے اللہ! میں نے تیرے احکام تیرے بندوں تک پہنچا دیئے۔ تین مرتبہ یہ الفاظ فرمائے۔ ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اگر مجھ پر جبر کیا جائے یہاں تک کہ مجھ کو دونوں فریقوں میں سے کسی ایک فریق کی صف میں لے جایا جائے اور مجھ کو ایک شخص تلوار سے مارے یا کوئی تیر آکر لگے اور مجھ کو مار ڈالے تو میری نسبت آپ کا کیا خیال ہے؟ فرمایا: تیرے قاتل پر اپنا اور تیرا دونوں کا گناہ ہوگا اور یہ شخص جہنمیوں میں سے شمار ہوگا۔ (صحیح مسلم کتاب الفتن: ۷۲۵۰)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''**بادروا بالأعمال فتناً کقطع اللیل المظلم یصبح الرجل مؤمناً ویمسي کافراً ویمسي مؤمناً ویصبح کافراً یبیع دینه بعرض من الدنیا**''

اعمال (نیک) میں جلدی کرو ان فتنوں کے پیش آنے سے پہلے جو تاریک رات کے ٹکڑوں کی مانند ہوں گے (اس وقت) آدمی صبح کو اگر مومن ہوگا تو شام کو کافر ہو جائے گا اور شام کو مومن ہوگا تو صبح کافر ہو جائے گا کیونکہ وہ اپنے دین کو دنیا کی تھوڑی سی متاع کی خاطر بیچ ڈالے گا۔ (مسلم کتاب الایمان ح ۳۱۳)

سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ، نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قیامت آنے سے پہلے فتنے وقوع میں آئیں گے جو اندھیری رات کے ٹکڑوں کی مانند ہوں گے (یعنی ہر ساعت میں انقلاب پیدا ہوتا رہے گا) اس وقت آدمی صبح کو مومن ہوگا اور شام کو کافر ہو جائے گا اور شام کو مومن ہوگا اور صبح کو کافر

ہو جائے گا۔ (ان فتنوں میں) بیٹھا ہوا شخص کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔ اس وقت تو اپنی کمانوں کو توڑ ڈال اور کمانوں کے چلوں کو کاٹ دے۔ اور تلواروں کو پتھر پر ماردے (یعنی ان کی دھار کو بیکار کر دے) پھر اگر کوئی شخص تم میں سے کسی کو مارنے آئے تو اس کو چاہئے کہ وہ آدم کے دو بیٹوں میں بہترین بیٹے کی مانند ہو جائے (یعنی مانند ہابیل کے) (ابوداؤد:۴۲۵۹ و إسنادہ حسن)

ابوداؤد (۴۲۶۲ وھو حسن) کی ایک اور روایت میں ''چلنے والا بہتر ہوگا دوڑنے والے سے'' کے بعد یہ الفاظ ہیں کہ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے گھروں کے ٹاٹ بن جاؤ۔ (یعنی گھروں میں پڑے رہو) اور ترمذی (۲۲۰۴ وھو حسن) کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

''تم اس میں اپنی کمانوں کو توڑ ڈالو اور ان کے چلے کاٹ دو اور گھروں میں پڑے رہو اور آدم علیہ السلام کے بیٹے (ہابیل) کی مانند بن جاؤ۔'' (ترمذی:۲۲۰۴ وھو حسن)

سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فتنہ کے دور میں عبادت کرنے کا ثواب میری طرف ہجرت کرنے کے برابر ہوگا۔ (مسلم:۲۹۴۸ دارالسلام:۷۴۰۰)

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اپنی امت کے لئے میں جن چیزوں سے زیادہ ڈرتا ہوں وہ گمراہ کرنے والے امام (پیشوا) ہیں اور جب میری امت میں تلوار چل جائے گی تو پھر قیامت تک نہ رکے گی۔ (یعنی قتال کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔) [ابوداود:۴۲۵۲ وسندہ صحیح]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''میری امت کی ہلاکت قریش کے چند نوجوانوں کے ہاتھ سے ہوگی۔'' (البخاری:۷۰۵۸)

المختصر یہ کہ پرفتن دور میں ہر مسلم کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنے ایمان کی حفاظت کرتا رہے اور ایمان کو بچانے کے لئے جس طرح بھی ممکن ہو اس کی حفاظت میں لگ جائے۔ چاہے اس کے لئے اسے گوشہ نشین ہو جانا پڑے اور جنگل بیابان کی طرف نکل جانا پڑے۔ بعض صحابہ کرام اس بہترین دور میں بھی جب کہ وہ خیر کا زمانہ تھا لیکن مسلمانوں کی جنگ وجدال کی وجہ سے وہ گاؤں، صحرا اور جنگل وغیرہ میں گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ جیسے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ۔ مسلمانوں کی آپس کی جنگ وجدال کی وجہ سے بعض صحابہ کرام نے دونوں جماعتوں سے علیحدگی اختیار کر لی تھی اور وہ دوسرے لوگوں کو بھی اس سے روکتے تھے جیسے ابوبکرہ رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ وغیرہما۔

پرفتن دور میں مسلمانوں کے آپس میں جنگ وجدال میں کسی مسلمان کو حصہ لینے کے بجائے اس سے علیحدگی اختیار کرنی چاہئے۔ البتہ تکفیری جماعتیں جو تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیتی ہیں انہیں مٹانے کے لئے علمائے کرام اور اسلامی حکومت سے تعاون کرنا چاہئے۔ جس طرح خارجیوں کو قتل کرنے کی ترغیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ گمراہ کرنے والے اماموں اور فتنہ پرور قائدین سے دور رہے۔

جہاں تک خلافت کے قیام کا معاملہ ہے تو اس سلسلہ میں تمام اہل اسلام کو قرآن وحدیث کے مطابق اپنے

اعمال کو اسلام کے سانچے میں ڈھالنا پڑے گا۔ اور جب ہمارے اعمال درست ہو گئے اور ہم مکمل اخلاص کے ساتھ اسلام پر عمل پیرا ہو گئے تو اللہ تعالیٰ ہمیں خلافت عطا فرمادے گا۔ خلافت کے لئے ایمان اور اعمال صالحہ ضروری ہیں۔ اور جب ایسی حالت میں تمام اہل ایمان متحد و متفق ہو کر خلافت کے لئے کوشاں ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائے گا اور انہیں خلافت عنایت فرمائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

سوال (۵): کیا ابوعیسیٰ محمد الرفاعی کا پاکستان کے ایک گاؤں میں خلافت قائم کرنا صحیح تھا؟ کیونکہ بعض علماء کہتے ہیں کہ خلافت تو آزاد علاقے میں قائم کی جاتی ہے نہ کہ کسی دوسرے طاغوت یا کافر کی سرزمین پر؟

الجواب (۵) خلافت کے لئے ضروری ہے کہ کسی ملک یا علاقہ کا کنٹرول خلیفہ کے پاس ہو اگر وہ علاقہ کسی ملک کی ملکیت ہو تو ظاہر سی بات ہے کہ وہاں خلافت کا قیام ناممکن ہے۔ اسی طرح اگر کوئی ملک کافروں کے کنٹرول میں ہو اور وہاں کے مسلمان وہ ملک خلیفہ کے حوالہ کر دیں تو ایسی صورت میں بھی وہاں خلافت قائم ہو جائے گی۔

سوال (۶): کیا خلیفہ کے ساتھ مملکت، فوج اور طاقت کا ہونا لازمی ہے؟

الجواب (۶) خلیفہ کے ساتھ مملکت، فوج اور طاقت کا ہونا لازمی ہے۔ جیسا کہ اس مضمون میں ثابت کر دیا گیا ہے۔

سوال (۷): کیا امارت، امامت اور خلافت ہم معنی الفاظ ہیں؟ کیا ان تینوں الفاظ میں اقتدار یا زمین رکھنے کا مفہوم شامل نہیں جیسے سرحد میں خان، پنجاب میں چودھری، سندھ میں وڈیرا اور بلوچستان میں سردار اور اردو میں بادشاہ، حکمران الفاظ ہیں؟

الجواب (۷) امارت، خلافت اور سلطنت مترادف الفاظ ہیں اور ان سے مراد خلافت وحکومت ہی ہے اور خلیفہ کے لئے طاقت واقتدار ضروری چیز ہے ورنہ وہ خلیفہ برائے نام ہی خلیفہ ہوگا۔

سوال (۸): کیا خلیفہ کے لئے آزاد ہونا بھی لازمی ہے کہ کفار کے تسلط میں نہ ہو؟

الجواب (۸) خلیفہ کے لئے آزاد ہونا ضروری ہے۔ اگر وہ کسی کافر ملک کا محکوم اور برٹش حکومت کا وظیفہ خوار ہو تو ایسا شخص خلیفہ نہیں ہوسکتا۔

سوال (۹): ابوعیسیٰ محمد الرفاعی سے بقول ان کے مملکت جب چھین لی گئی اور انہوں نے برطانیہ میں پناہ لی تو کیا اس طرح ان کی خلافت ختم نہیں ہوگئی؟

الجواب (۹) ابوعیسیٰ محمد الرفاعی کی خلافت ہی کب قائم ہوئی تھی کہ ان سے چھین بھی لی گئی ہو۔ خلیفہ صاحب تو اس وقت برٹش حکومت کی پناہ میں ہیں اور وہاں کے قوانین کے مطابق ان کے ملک میں پناہ لئے ہوئے ہیں۔ وہ تو خود پناہ گزین ہیں۔ لہٰذا خلافت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

سوال (۱۰): کیا نبی ﷺ نے نبوت ملنے سے پہلے اپنے آپ کو نبی کہا یا کہلوایا یا خلفاء نے خلافت ملنے سے قبل اپنے آپ کو خلیفہ کہا یا کہلوایا جیسے ابوعیسیٰ محمد الرفاعی کو ابھی خلافت یعنی سلطنت نہیں ملی لیکن اپنے آپ کو خلیفہ کہتے ہیں؟

الجواب (۱۰) نبی ﷺ نے نبوت ملنے سے قبل کبھی بھی اپنے آپ کو نبی نہیں کہا۔ اسی طرح خلفا نے بھی خلافت ملنے

سے پہلے اپنے آپ کو خلیفہ نہیں کہا۔ اسی طرح خلیفہ صاحب کو بھی ابھی تک خلافت نہیں ملی ہے لہذا ان کا اپنے آپ کو خلیفہ کہنا یا کہلوانا درست نہیں ہے۔ بلی کو خواب میں چھیچھڑے دکھائی دیتے ہیں اور ساون کے اندھے کو ہرا ہی ہرا سوجھتا ہے، ممکن ہے کہ خلیفہ صاحب بھی اپنی خیالی خلافت ہی میں رہتے ہوں اور اپنے آپ کو خلیفہ کہتے اور کہلواتے ہوں۔

سوال (۱۱): کیا خلافت بغیر ریاست وسلطنت لغت یا اصطلاح شرع میں معروف ہے؟

الجواب (۱۱) خلافت کا تصور حکومت وریاست کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

سوال (۱۲): کیا قرآن وحدیث میں جو الفاظ آئے ہیں ان کا معنی ہم لغت میں نہیں دیکھیں گے؟ یا ہر زبان کے بامحاورہ جملے والفاظ بھی ہوتے ہیں جیسے ہمارے ہاں اگر گوشت کہا جائے تو اس سے مراد بڑا گوشت ہوتا ہے اگرچہ لغت میں گوشت چھوٹے جانور اور مچھلی کے گوشت کو بھی کہتے ہیں لیکن مستعمل بڑے گوشت کا مفہوم ہے تو کیا عرب لغت یا اصطلاح میں خلیفہ کو طاقت اور اقتدار کا حامل نہیں سمجھا جاتا؟

الجواب (۱۲) خلیفہ قرآن وحدیث اور لغت ہر جگہ بادشاہ اور سلطان ہی کے معنوں میں آتا ہے۔ لیکن جس نے نہ ماننا ہو اور ''میں نہ مانوں'' والے محاورے پر وہ عمل پیرا ہو تو ایسے شخص کا کوئی کیا کر سکتا ہے؟ شرم تم کو مگر نہیں آتی۔

سوال (۱۳): خلیفہ پر کتنے مسلمانوں کا اجماع ہونا شرط ہے؟

الجواب (۱۳) امت کے اہل حل وعقد اور مجلس شوریٰ کے اراکین کسی خلیفہ پر متفق ہو جاتے ہیں تو ایسا شخص خلافت کا حق دار ہے۔ اور تمام لوگ اس کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔

[**فائدہ:** ایک روایت میں آیا ہے کہ جو شخص اس حالت میں مرے کہ اس کی گردن میں امام کی بیعت نہ ہو تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہے۔ اس حدیث کی تشریح میں امام اہل سنت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: '' **الإمام الذي يجمع المسلمون عليه، كلهم يقول : هذا إمام، فهذا معناه** '' اس سے وہ امام مراد ہے جس پر مسلمانوں کا اجماع ہو۔ ہر مسلمان یہی کہے کہ یہ امام (خلیفہ) ہے۔ پس اس حدیث کا یہی مفہوم ہے (المسند من مسائل الامام احمد للخلال قلمی: ا بحوالہ الامامۃ العظمیٰ عند أھل السنۃ والجماعۃ ص ۲۱۷)]

سوال (۱۴): کیا آپ ﷺ یا کسی خلیفہ سے ثابت ہو سکتا ہے کہ کسی شہر جیسے کراچی پر اس کی حکومت اور سلطنت نہ ہو لیکن اس نے اپنے لئے امیر کراچی کا لقب اختیار کیا ہو۔ جیسا کہ تمام مذہبی وغیر اقتدار سیاسی جماعتوں کے امرا ہیں۔ حتیٰ کہ ابو عیسیٰ خلیفہ جو کہ لندن میں پناہ لئے ہوئے ہیں اس کے بھی مختلف شہروں اور ممالک پر امراء موجود ہیں اگرچہ ان ممالک اور شہروں میں اس کی سلطنت نہیں؟

الجواب (۱۴) اس طرح کی کوئی چیز ثابت نہیں ہے۔ یہ لوگ امیر اور حاکم نہیں ہیں لیکن اس کے باوجود یہ اپنے آپ کو امیر پشاور، امیر ملتان اور امیر المؤمنین تک لکھتے ہیں: ع دیتے ہیں دھوکا یہ بازی گر کھلا۔

سوال (۱۵): صحیح بخاری کی حدیث کے مطابق ''اگر خلیفہ نہ ہو تو تمام فرقوں سے الگ ہو جاؤ'' کیا فرقوں سے نماز، جنازہ، نکاح میں علیحدگی مقصود ہے یا خلیفہ نہ ہو اور مسلمین آپ (آپس) میں خلافت کے لئے جنگ کریں تو صرف اس کشمکش میں فرقوں سے علیحدگی ہے؟ خلیفہ نہ ہو اور تمام فرقے دندناتے پھر رہے ہوں تو علیحدگی کی کیا صورت مقصود ہے؟

الجواب (۱۵) تمام فرقوں سے الگ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی تنظیم میں شامل نہ ہوا جائے البتہ بر اور تقویٰ کے

امور میں ان کے ساتھ تعاون ہونا چاہئے اور اثم وعدوان میں ان سے علیحدگی ضروری ہے۔ یہ بھی اس صورت میں کہ جب ان کے عقائد ونظریات درست ہوں۔ اور سنت نبوی ﷺ پر وہ عمل پیرا ہوں۔ نیز سیاسی جماعتوں سے بھی علیحدگی ضروری ہے۔ اور پر فتن دور میں گوشہ نشینی اختیار کرنی چاہئے جیسا کہ اس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔

سوال (۱۶): سورۃ انعام آیت ۱۲۱ کی رو سے کیا کسی کافر یا طاغوت کی شرک وکفر کی ملازمت، شرک نہ ہوگا؟
مخلص: تنویر اختر صدیقی صوبائی پبلک سروس کمیشن، فیز ۱۷، سکاؤٹ بلڈنگ، پشت تا تارہ پولیس سٹیشن، حیات آباد پشاور''

الجواب (۱۶) ملازمت کسی کافر اور مشرک کی بھی جائز ہے جب تک کہ اس ملازمت میں اسلام کو نقصان پہنچانے والا کوئی عمل شامل نہ ہو۔ نیز اس ملازمت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی کوئی نافرمانی نہ ہوتی ہو۔ سورۃ الانعام کی آیت ۱۲۱ میں یہ مضمون ذکر ہوا ہے کہ ''شیاطین اپنے دوستوں کی طرف ایسی باتیں القا کرتے ہیں کہ وہ تم سے لڑائی اور جدال کریں۔ لہذا ایسی صورت میں اگر تم ان مشرکوں کی اطاعت کرو گے تو تم بھی مشرک بن جاؤ گے۔''

هذاماعندي و الله أعلم

سنن مہجورہ **گھر میں مسواک کرتے ہوئے داخل ہونا** ابوالریان نعیم الرحمٰن

[بعض ایسی سنتیں ہیں جنہیں عام لوگوں نے غفلت یا لاعلمی کی وجہ سے چھوڑ رکھا ہے۔ محترم جناب ابوالریان نعیم الرحمٰن (چیچہ وطنی) نے خوب محنت کر کے ان سنن مہجورہ کو جمع کیا ہے۔ ان کی اس غیر مطبوعہ کتاب سے یہ انتخاب قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ / فضل اکبر کاشمیری]

مسواک نبی کریم ﷺ کی محبوب ترین چیز تھی اور مسواک کا کرنا آپ ﷺ کو بے حد پسند تھا، مسواک معدے اور منہ کو صاف کرتی ہے اور اسی میں اللہ رب العزت کی خوشنودی اور رضامندی ہے، جہاں دوسرے مواقع پر آپ ﷺ مسواک کرتے تھے وہاں ایک موقع اور محل ایسا ہے جہاں آپ مسواک کیا کرتے تھے۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں پر مسواک کرنا ہم بھول گئے ہیں یا پھر ہم نے اس پیارے عمل کو چھوڑ دیا ہے۔ اس عمل کے متعلق جناب مقدام بن شریح اپنے باپ شریح سے بیان فرماتے ہیں کہ انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ جب آپ ﷺ گھر میں داخل ہوتے تو کونسا کام کرتے؟ تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: آپ ﷺ گھر میں داخل ہوتے وقت مسواک کرتے تھے۔ امام مسلم نے اس حدیث کو یوں نقل فرمایا ''**عن عائشة ، أن النبي ﷺ كان إذا دخل بيتهٔ بدأ بالسواك**'' جب بھی آپ ﷺ گھر میں داخل ہوتے تو مسواک کرتے ہوئے داخل ہوتے۔ (مسلم، الطہارۃ، باب السواک رقم ح ۲۵۳، واحمد ۶/ ۱۱۰ رقم ح ۲۵۳۰۶، وابوداؤد، کتاب الطہارۃ، باب فی الرجل یستاک بسواک غیرہ برقم ح ۵۱، وصححہ الالبانی رحمہ اللہ، نسائی ۱/ ۱۳، برقم ح ۸، ابن خزیمہ برقم ح ۱۳۴، ابن حبان برقم ح ۱۰۷۴/ ۲۵۱۴، مسند ابی عوانہ ۱/ ۱۹۲)

[تنبیہ بلیغ: صحیح مسلم کی ساری مرفوع حدیثیں صحیح ہیں۔ یہ حدیثیں اس کی محتاج نہیں ہیں کہ شیخ البانی صحیح کہیں تو تب صحیح ہوں گی بلکہ یہ حدیثیں شیخ البانی رحمہ اللہ کی پیدائش سے صدیوں پہلے بھی صحیح ہی تھیں، انہیں تلقی بالقبول حاصل ہے] **ادارہ الحدیث حضرو**

حافظ زبیر علی زئی

انور اوکاڑوی صاحب کے جواب میں

راقم الحروف نے امین اوکاڑوی کی زندگی میں ایک رسالہ ''امین اوکاڑوی کا تعاقب'' لکھا تھا جس میں اوکاڑوی صاحب کے تنقیدی مضمون کو مکمل بحروفہٖ نقل کر کے اس کا دنداں شکن جواب دیا تھا۔ اوکاڑوی صاحب اس رسالے کو مکمل نقل کر کے اس کا جواب دینے سے عاجز رہے۔ الخیر میں انہوں نے جو غلط سلط جواب دے کر اپنی عوام کو مطمئن کرنے کی کوشش کی تھی اس میں بھی وہ ناکام رہے اب ان کے بھائی انور اوکاڑوی صاحب یہ کوشش کر رہے ہیں کہ اپنی دیوبندی عوام کو کس طرح چپ کرایا جائے۔ اس مضمون میں ان کے جواب الجواب کا جواب حاضر ہے۔ والحمد للہ

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله الأمين ، أما بعد :

ہمیں آل دیوبند سے یہ شکایت ہے کہ وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ بانی مدرسہ دیوبند محمد قاسم نانوتوی صاحب فرماتے ہیں کہ:

''لہٰذا میں نے جھوٹ بولا اور صریح جھوٹ میں نے اسی روز بولا تھا''

(ارواح ثلاثہ ص ۳۹۰ حکایت نمبر: ۳۹۱ و معارف الاکابر ص ۳۶۰، امین اوکاڑوی کا تعاقب ص ۱۶)

تنبیہ: خط کشیدہ الفاظ ''امین اوکاڑوی کا تعاقب'' سے کمپوزنگ کی غلطی کی وجہ سے سہواً رہ گئے ہیں۔

رشید احمد گنگوہی صاحب نے فرمایا: ''جھوٹا ہوں''

(مکاتیب رشیدیہ ص ۱۰، فضائل صدقات حصہ دوم ص ۵۵۶، امین اوکاڑوی کا تعاقب ص ۱۶)

ان دیوبندی اعترافات کے بعد امین اوکاڑوی صاحب کے بھائی: محمد انور اوکاڑوی کے دو صریح جھوٹ پیش خدمت ہیں:

اوکاڑوی جھوٹ نمبر ①:

شیخ محمد فاخر الہ آبادی رحمہ اللہ ۱۱۲۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۱۶۴ھ میں فوت ہوئے۔

(دیکھئے نزہۃ الخواطر، عربی ج ۶ ص ۳۵۰، ۳۵۱)

آپ نے دہلی کی جامع مسجد میں آمین بالجہر کہی (دیکھئے تراجم علمائے حدیث ہند، از ابو یحییٰ امام خان نوشہروی ص ۳۳۹ و نقوش ابوالوفاء ص ۳۴، ۳۵ و ماہنامہ الخیر ملتان، دسمبر ۲۰۰۵ء ص ۳۹)

''الشيخ العالم الكبير المحدث محمد فاخر بن محمد يحيىٰ بن محمد امين العباسي

السلفی ''رحمہ اللہ کے بارے میں انوراوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''قارئین کرام! اس آمین بالجہر کہنے والے کا تعارف بھی بقول مولوی ثناء اللہ صاحب غیر مقلد سن لیں ۔ مولانا فرماتے ہیں ، آج کل اس (تقویۃ الایمان بحث) کو اٹھانے والے حضرت فاخر صاحب الہٰ آبادی ہیں جن کا ذکر خیر اہلحدیث مورخہ ۵ر ستمبر میں ہو چکا ہے ۔ ان ہی صاحب نے اخبار شوکت بمبئی مورخہ ۳۱ر اگست میں مولانا شہیدؒ اور مولانا کے ہم صحبت حضرت مولانا عبدالحی مرحوم کو دو کتے کہہ کر دل کے پھپھولے پھوڑے ہیں...''

(ماہنامہ الخیر ج ۲۳ شمارہ نمبر ۱۱ ص ۳۹ بحوالہ فتاویٰ ثنائیہ صفحہ ۱۰۲ جلد ۱)

انور صاحب مزید مناظر اسلام ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ:

''مولانا فاخر میرے ذاتی دوست ہیں اس لئے میں آپ سے ذاتی محبت کرتا ہوں..........''

(الخیر ۲۳ر ۱۱ ص ۳۹ بحوالہ فتاویٰ ثنائیہ ۱ر ۱۰۳ مورخہ ۵ ستمبر ۱۹۲۴ء)

مؤدبانہ عرض ہے کہ ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ ۱۲۸۵ ہجری میں پیدا ہوئے تھے (دیکھئے بزم ارجمنداں ر محمد اسحاق بھٹی ص ۱۴۳) یا ۱۲۸۷ھ کو آپ پیدا ہوئے (دیکھئے تفسیر ثنائی کا آخری حصہ ص ۸۳۳ مطبوعہ : بلال گروپ آف انڈسٹریز کراچی لاہور)

انگریزی حساب سے آپ ۱۸۶۸ عیسوی کو پیدا ہوئے ، دیکھئے کتاب ''حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری'' از فضل الرحمٰن بن میاں محمد (ص ۲۸) وتفسیر ثنائی کا آخری حصہ (ص ۸۳۳) و بزم ارجمنداں (ص ۱۴۳)

عبدالقدوس ہاشمی صاحب کی ''تقویم تاریخی'' (ص ۳۲۲) سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۲۸۵ھ کی تاریخ ہی راجح ہے ۔ معلوم ہوا کہ محدث فاخر الہٰ آبادی رحمہ اللہ کی وفات کے (ایک صدی سے زیادہ عرصے کے) بعد ثناء اللہ رحمہ اللہ پیدا ہوئے تھے لہٰذا اس بات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ فاخر الہٰ آبادی سے ان کی کبھی ملاقات ہوئی ہو یا وہ ان کے دوست رہے ہوں ۔

تقویۃ الایمان والے شاہ اسماعیل بن عبدالغنی الدہلوی ۱۱۹۳ھ میں پیدا ہوئے تھے (دیکھئے نزہۃ الخواطر ج ۷ ص ۶۶ وحیات طیبہ از مرزا حیرت دہلوی ص ۲۵) لہٰذا اس بات کا تصور بھی ممکن نہیں ہے کہ محدث فاخر الہٰ آبادی رحمہ اللہ نے اسماعیل دہلوی کی پیدائش سے پہلے ان کی کتاب تقویۃ الایمان پر رد کیا ہو ۔!

کیا دیوبندی حلقے میں ایسا کوئی شخص موجود نہیں جو انوراوکاڑوی صاحب کو سمجھائے کہ محدث فاخر الہٰ آبادی جنھوں نے جامع مسجد دہلی میں آمین بالجہر کہی تھی علیحدہ شخص تھے اور ثناء اللہ امرتسری کے دوست فاخر الہٰ آبادی علیحدہ شخص تھے ۔۔!؟

تنبیہ (۱) : جامع مسجد دہلی میں کسی خاص دور میں آمین بالجہر کا نہ ہونا اس کی دلیل نہیں ہے کہ پورے ہندوستان میں

کہیں بھی آمین بالجہر نہیں ہوتی تھی اور نہ اس کی دلیل ہے کہ محدث فاخرالہ آبادی رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۶۴ھ) کی پیدائش سے صدیوں پہلے ہندوستان میں آمین نہیں کہی جاتی تھی۔

تنبیہ (۲): محدث فاخر رحمہ اللہ کے بارے میں ابوالحسن ندوی کے والد عبدالحئ الحسنی فرماتے ہیں کہ:

''**وکان فرید زمانہ فی الاقبال علی اللّٰہ والاشتغال بالعبادۃ والمعاملۃ الربانیۃ قدغشیہ نور الإیمان وسیما ء الصالحین ، انتھی الیہ الورع وحسن السمت والتواضع والاشتغال بخاصۃ النفس، واتفق الناس علی الثناء علیہ والمدح لشمائلہ وصار مشاراً إلیہ فی ھذا الباب ،وکان لا یتقید بمذھب ولا یقلد فی شئٍ من أمور دینیۃ بل کان یعمل بنصوص الکتاب والسنۃ ویجتھد برأیہ وھو أھل لذلک** ''(نزھۃ الخواطر ج۶ ص۳۵۱)

عبارت کا مفہوم یہ ہے: وہ اللہ کی طرف رجوع، عبادت میں مشغولیت اور ربانی معاملے میں یکتائے روزگار تھے۔ صالحین کے نشان اور نورِ ایمان نے انہیں ڈھانپ رکھا تھا، پرہیزگاری، بہترین وقار، تواضع اور خاص اپنے معاملات سے مشغول ہونے کا ان پر خاتمہ ہے۔ آپ کی تعریف وثنا اور مدحِ سیرت پر (تمام) لوگوں کا اتفاق ہے۔ اس باب میں ان کی طرف اشارہ کیا جاتا تھا۔ وہ کسی (فقہی) مذہب کی قید نہ اختیار کرتے اور امورِ دینیہ میں کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے بلکہ نصوص کتاب وسنت پر عمل کرتے اور (مسائل غیر منصوصہ میں) اجتہاد کرتے اور وہ اس کے اہل تھے [انتہی]

حکیم عبدالحئ الحسنی نے فاخر رحمہ اللہ کو ''**الشیخ العالم الکبیر المحدث...أحد العلماء المشھورین**'' قرار دیا۔ ایسے عالم کبیر اور محدث شہیر کے خلاف انوار اوکاڑوی صاحب وغیرہ کی ہرزہ سرائی کیا معنی رکھتی ہے؟

اوکاڑوی جھوٹ نمبر ②:

انوار اوکاڑوی صاحب کتاب ''امین اوکاڑوی کا تعاقب'' کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

''بہرحال یہ رسالہ حقیقت میں جنوری ۲۰۰۰ء سے پہلے کا شائع ہو چکا ہے۔'' اِلخ (ماہنامہ الخیر، نومبر ۲۰۰۵ء ص۲۴)

عرض ہے کہ یہ کتاب (یا رسالہ) مئی ۲۰۰۵ء میں پہلی بار شائع ہوئی، اس سے پہلے یہ شائع نہیں ہوئی بلکہ اس کتاب کے قلمی نسخے کی فوٹوسٹیٹ امین اوکاڑوی صاحب کی ''خدمت'' میں بھیجی گئی تھی جس کا انہوں نے جون، جولائی اور اگست ۲۰۰۰ء کے ماہنامہ الخیر میں جواب دینے کی کوشش کی تھی۔

تنبیہ (۱): راقم الحروف نے جس قلمی نسخے کی فوٹوسٹیٹ اوکاڑوی صاحب کو بھیجی تھی اُس کی اصل میرے پاس محفوظ ہے۔ اس اصل کے صفحہ ۵۰ پر لکھا ہوا ہے کہ:

''۱۱۔۱۔۲۰۰۰''

یہ تاریخ کمپوزنگ کی غلطی کی وجہ سے اس طرح چھپ گئی کہ:

''۲۰۰۰-۱۰-۱۱'' (امین اوکاڑوی کا تعاقب ص ۷۱)

کافی عرصہ پہلے کمپوزنگ کی اس غلطی کا پتا چل گیا تھا اور ناشر کو تحریری اطلاع دے دی گئی تھی اب ایڈیشن ختم ہونے کی وجہ سے یہ کتاب دوبارہ چھپے گی تو اس غلطی کا ازالہ کر دیا جائے گا۔ ان شاء اللہ

جو شخص اصل مسودہ دیکھنا چاہے وہ ہمارے پاس تشریف لا کر دیکھ سکتا ہے۔ والحمد للہ

یاد رہے کہ کمپوزنگ کی غلطیاں، پوری کوشش اصلاح کے باوجود، بعض اوقات رہ جاتی ہیں۔ مثلاً آل دیوبند کی تحریروں میں کمپوزنگ کی چند غلطیاں درج ذیل ہیں:

- ''تقاقب'' (ماہنامہ الخیر، نومبر ۲۰۰۵ء ص ۲۸) [صحیح ''تعاقب'' ہے]
- ''وسلام علی عبداہ الذین اصطفیٰ'' (ایضاً ص ۱۳) [صحیح ''علی عبادہ الذین اصطفیٰ'' ہے]
- ''البتہ اثری صاحبؒ نے ترجمہ اردو صحیح کیا ہے۔'' (توضیح الکلام پر ایک نظر حبیب اللہ ڈیروی ص ۱۶ مطبوعہ ستمبر ۲۰۰۲ء)

ارشاد الحق اثری صاحب کے ساتھ حبیب اللہ ڈیروی کا ''ؒ''، یعنی رحمہ اللہ لکھنا عجیب وغریب ہے۔!؟

دیوبندی حضرات سے گزارش ہے کہ کمپوزنگ اور سہو وخطا والی غلطیوں کا مذاق اُڑانے کے بجائے مدلل و باحوالہ بحث کریں تاکہ عام لوگوں کو فریقین کا موقف سمجھنے میں آسانی ہو۔

تنبیہ (۲): راقم الحروف اور عام اہل حدیث کو عام آل دیوبند اور اوکاڑوی گروپ سے شکایت ہے کہ وہ مخالف کے دلائل کا جواب دینے کے بجائے ادھر اُدھر کی باتیں لکھ کر اپنے عوام کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ: ''ہم نے جواب دے دیا ہے۔''

اسی وجہ سے راقم الحروف نے امین اوکاڑوی صاحب کے مکمل مضمون کو متن میں رکھ کر مکمل و دنداں شکن جواب دیا اور یہ مطالبہ کیا کہ: ''اوکاڑوی صاحب میرے اس مضمون اور کتاب کا مکمل جواب دیں، اگر وہ انہیں متن میں رکھ کر مکمل جواب نہیں دیں گے تو ان کے جواب کو باطل وکالعدم سمجھا جائے گا۔'' (امین اوکاڑوی کا تعاقب، طبع ۲۰۰۵ء ص ۷۱ ومخطوطہ ص ۵۰)

اس مطالبے کا مذاق اُڑاتے ہوئے انور اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''یہ ایک شیطانی وسوسہ ہے'' (ماہنامہ الخیر جلد ۲۳ شمارہ: ۱۰ ص ۲۳)

مؤدبانہ عرض ہے کہ ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی کی کتاب ''مطالعۂ بریلویت حصہ دوم'' کے شروع میں ''اعلان وانتباہ'' لکھا ہوا ہے کہ: ''دیوبندی، بریلوی اختلاف پر پہلی کتاب ''انوارِ ساطعہ'' عوام کے سامنے آئی تھی حضرت مولانا خلیل احمد

صاحب محدث سہارنپوری رحمہ اللہ نے ''انوارِ ساطعہ'' کو متن بنا کر ذیل میں ''براہین قاطعہ'' کے نام سے اس کا جواب لکھا۔ تا کہ مطالعہ کرنے والا دونوں طرف کی بات ایک ہی وقت میں دیکھ سکے۔

فضیلۃ الاستاذ علامہ خالد محمود صاحب نے نزاع کو ختم کرنے اور غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لئے کتاب ہذا ہدیہ قارئین کی ہے اگر کوئی صاحب اس کا جواب لکھنا چاہیں تو وہ اس کتاب کو متن بنا کر ساتھ ساتھ جواب تحریر فرمائیں۔ کتاب ہذا کے لفظ لفظ کو سامنے لائے بغیر اس کا جواب ناکافی اور نا قابل اعتناء سمجھا جائے گا۔

جب تک کوئی جواب کتاب ہذا کے پورے متن کا حاصل نہ ہوگا اسے کتاب ہذا کا جواب نہ سمجھا جائے گا۔

مرتب کتاب ہذا۔ حافظ محمد اسلم عفا اللہ عنہ، ساکن ڈنکاسٹر انگلینڈ: فاضل جامعہ رشیدیہ ساہیوال پاکستان: ۵/ اکتوبر ۱۹۸۵ء'' (مطالعۂ بریلویت ج۲ص۱۶، اشاعت اول ۱۹۸۶ء)

کیا خیال ہے، انور اوکاڑوی صاحب اپنے حافظ محمد اسلم، ڈاکٹر خالد محمود، خلیل احمد سہارنپوری اور رشید احمد گنگوہی صاحب پر بھی ''یہ ایک شیطانی وسوسہ ہے'' کا فتویٰ لگا دیں گے؟!

ایک ہی کام دیوبندیوں کے نزدیک ایک جگہ صحیح و جائز ہے اور یہی کام وہ وہاں ناجائز سمجھتے ہیں جہاں اُن کے مفادات پر زد پڑتی ہو۔ سبحان اللہ! کیا انصاف اسی کا نام ہے؟!

آخر میں عرض ہے کہ جس کتاب ''امین اوکاڑوی کا تعاقب'' کا جواب دینے کی انور اوکاڑوی صاحب کوشش کر رہے ہیں اس کے مقدمۃ الکتاب کا پہلا حوالہ درج ذیل ہے:

''اوکاڑوی صاحب دن رات، اہل حدیث کو غیر مقلدین کہہ کر خوب مذاق اڑایا کرتے اور اہل حق: اہل سنت والجماعت سے خارج قرار دیتے تھے، جبکہ اس کے سراسر برعکس مفتی کفایت اللہ الدہلوی: دیوبندی (متوفی ۱۹۵۲ء) فرماتے ہیں:

''جواب۔ ہاں اہل حدیث مسلمان ہیں اور اہل سنت والجماعت میں داخل ہیں، ان سے شادی بیاہ کا معاملہ کرنا درست ہے۔ محض ترک تقلید سے اسلام میں فرق نہیں پڑتا اور نہ اہل سنت والجماعت سے تارک تقلید باہر ہوتا ہے''

(کفایت المفتی: ۱/۳۲۵ جواب نمبر: ۳۷۰)'' (امین اوکاڑوی کا تعاقب ص۵)

اس پہلے حوالے کا ہی انور اوکاڑوی صاحب نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اسی وجہ سے میرا یہ مطالبہ ہے کہ میری پوری عبارتیں مکمل نقل کر کے ان کا جواب دیا جائے۔

انور اوکاڑوی صاحب!

مفتی کفایت اللہ الدہلوی صاحب کا ترک تقلید والے اہل حدیث کو اہل سنت والجماعت میں داخل سمجھنا صحیح ہے یا غلط؟ اگر صحیح ہے تو پھر اوکاڑوی صاحب پر کیا فتویٰ لگے گا جو کہ اہل حدیث کو اہل سنت نہیں سمجھتے تھے؟!

وما علینا إلا البلاغ، باقی آئندہ (ان شاء اللہ) [۲۷ ذوالقعدہ ۱۴۲۶ھ]

سنن مہجورہ

ابوالریان نعیم الرحمٰن

قیام اللیل کے لئے بیدار ہوتے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر

رسول کریم ﷺ کی سنتوں میں سے ایک سنت جس کو ہم بھلا بیٹھے ہیں ''إلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ '' آپ ﷺ ہر حال میں اپنے مالک حقیقی کو یاد رکھتے اور اسی بات کا حکم اپنی محبوب امت کو دیتے۔

اللہ کریم کی شان پر قربان جاؤں جس نے اپنے محبوب کی ہر ادا کو محفوظ رکھا۔ اور اپنے بندوں پر ان اداؤں کو ظاہر فرمایا اگرچہ وہ ادا، رات کی کسی گھڑی میں ہو یا دن کے اجالوں میں ادا کی گئی ہو، انھی اداؤں میں سے ایک ادا اور سنت جس کو جاننے کے لئے عاصم بن حمید سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے اور سوال کیا کہ جب آپ ﷺ قیام اللیل کے لئے بیدار ہوتے تو کونسی دعا پڑھتے؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ تم نے مجھ سے ایسی بات کے متعلق پوچھا ہے جس کے متعلق تم سے پہلے کسی نے نہیں پوچھا، پھر اس سنت مشعل کے متعلق بیان فرماتی ہیں جس کو ہم نے بجھا دیا۔

'' كان رسول الله ﷺ -يكبّر عشراً و يحمد عشراً ويسبح عشراً ويهلل عشراً ويستغفر عشراً ويقول: اللهم اغفرلي واهدني وارزقني وعافني ، أعوذبالله من ضيق المقام يوم القيامة''

① رسول اللہ ﷺ دس مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتے، اللہ سب سے بڑا ہے۔

② اَلْحَمْدُلِلّٰہِ دس مرتبہ — تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔

③ سُبْحَانَ اللّٰہِ دس مرتبہ — پاک ہے اللہ

④ لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ دس مرتبہ — کوئی معبود برحق نہیں ہے مگر صرف ایک اللہ

⑤ اَسْتَغْفِرُاللّٰہ دس مرتبہ — اے اللہ مجھے بخش دے۔

آپ فرماتے: ''اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَاھْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ وَ عَافِنِیْ ''

اے اللہ! مجھے بخش دے، مجھے ہدایت عطا فرما، مجھے رزق عطا فرما اور مجھے عافیت دے۔

''اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ضِیْقِ الْمَقَا مِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ''

میں قیامت کے دن کی تنگی سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

(سنن ابی داود: ۷۶٦ وقال الألباني: حسن صحیح وسنن النسائی ۲۰۹/۲ ح ۱۶۱۸ وسندہ حسن)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ ہمیں ان سنتوں پر عمل کی توفیق عطا فرمائے جو آج ہم بھول چکے ہیں۔ کیونکہ سنت نبوی ﷺ پر عمل پیرا ہونے میں دونوں جہانوں کی کامیابی کا راز مضمر ہے۔ واضح رہے کہ سنت وہی قابل حجت و عمل ہوگی جو صحیح احادیث سے ثابت ہو۔

هدية المسلمين

حافظ زبیر علی زئی

وضو میں جرابوں پر مسح

حدیث:۴ " **عن ثوبان قال : بعث رسول الله ﷺ سريةً ...... أمرهم أن يمسحوا على العصائب والتساخين** " ثوبان (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجاہدین کی ایک جماعت بھیجی......انہیں حکم دیا کہ پگڑیوں اور پاؤں کو گرم کرنے والی اشیاء (جرابوں اور موزوں) پر مسح کریں۔ (سنن ابی داود: ج ۱ ص ۲۱ ح ۱۴۶)

اس روایت کی سند صحیح ہے، اسے امام حاکم رحمہ اللہ اور امام ذہبی رحمہ اللہ دونوں نے صحیح کہا ہے (المستدرک والتلخیص ج ۱ ص ۱۶۹ ح ۶۰۲) اس پر امام احمد رحمہ اللہ کی جرح کے جواب کے لئے نصب الرایہ (ج ۱ ص ۱۶۵) وغیرہ دیکھیں۔

امام ابوداود فرماتے ہیں: کہ جرابوں پر درج ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مسح کیا ہے۔

''علی بن ابی طالب، ابومسعود، (ابن مسعود)، براء بن عازب، انس بن مالک، ابوامامہ اور سہل بن سعد وغیرہم رضی اللہ عنہم''

(سنن ابی داود ج ۱ ص ۲۴ قبل ح ۱۶۰)

امام ابوداؤد السجستانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ومسح على الجوربين علي بن أبي طالب و أبو مسعود و البراء بن عازب و أنس بن مالك وأبو أمامة و سهل بن سعد وعمرو بن حريث ، وروى ذلك عن عمر بن الخطاب و ابن عباس"

اور علی بن ابی طالب، ابومسعود (ابن مسعود) اور براء بن عازب، انس بن مالک، ابوامامہ، سہل بن سعد اور عمرو بن حریث نے جرابوں پر مسح کیا اور عمر بن خطاب اور ابن عباس سے بھی جرابوں پر مسح مروی ہے (رضی اللہ عنہم اجمعین)

(سنن ابی داؤد: ۱/۲۴ ح ۱۵۹)

صحابہ کرام کے یہ آثار مصنف ابن ابی شیبہ (۱/۱۸۸، ۱۸۹) مصنف عبدالرزاق (۱/۱۹۹، ۲۰۰) محلی ابن حزم (۲/۸۴) الکنیٰ للدولابی (۱/۱۸۱) وغیرہ میں باسند موجود ہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا اثر الاوسط لابن المنذر (ج ۱ ص ۴۶۲) میں صحیح سند کے ساتھ موجود ہے، جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ امام ابن قدامہ فرماتے ہیں:

''**ولأن الصحابة رضي الله عنهم مسحوا على الجوارب ولم يظهر لهم مخالف في عصر هم فكان اجماعاً**'' اور چونکہ صحابہ نے جرابوں پر مسح کیا ہے اور ان کے زمانے میں ان کا کوئی مخالف ظاہر نہیں ہوا۔ لہذا اس پر اجماع ہے کہ جرابوں پر مسح کرنا صحیح ہے۔ (المغنی: ۱/۱۸۱ مسئلہ ۴۲۶)

صحابہ کے اس اجماع کی تائید میں مرفوع روایات بھی موجود ہیں۔ مثلاً دیکھئے (المستدرک: ج ۱ ص ۱۶۹ ح ۶۰۲) خفین پر مسح متواتر احادیث سے ثابت ہے۔ جرابیں بھی خفین کی ایک قسم ہیں جیسا کہ انس رضی اللہ عنہ، ابراہیم نخعی اور نافع وغیرہم سے مروی ہے۔ جو لوگ جرابوں پر مسح کے منکر ہیں، ان کے پاس قرآن، حدیث اور اجماع سے ایک بھی صریح دلیل نہیں ہے۔

۱: امام ابن المنذر النیسابوری رحمہ اللہ نے فرمایا: ''حدثنا محمد بن عبدالوهاب : ثنا جعفر بن عون : ثنا يزيد بن مردانبة : ثنا الوليد بن سريع عن عمرو بن حريث قال : رأيت علياً بال ثم توضأ ومسح على الجوربين''
مفہوم: سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پیشاب کیا پھر وضو کیا اور جرابوں پر مسح کیا۔ (الاوسط ج ۱ ص ۴۶۲) اس کی سند صحیح ہے۔
۲: ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے جرابوں پر مسح کیا، دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ (۱۸۸/۱ ح ۱۹۷۹) وسندہ حسن
۳: براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے جرابوں پر مسح کیا، دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ (۱۸۹/۱ ح ۱۹۸۴) وسندہ صحیح
۴: عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے جرابوں پر مسح کیا، دیکھئے ابن ابی شیبہ (۱۸۹/۱ ح ۱۹۸۷) اوراس کی سند صحیح ہے۔
۵: سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے جرابوں پر مسح کیا، دیکھئے ابن ابی شیبہ (۱۸۹/۱ ح ۱۹۹۰) وسندہ حسن

ابن منذر نے کہا کہ: امام اسحاق بن راہویہ نے فرمایا کہ: ''صحابہ کا اس مسئلے پر کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (الاوسط لابن المنذر ۴۶۴/۱، ۴۶۵) تقریباً یہی بات ابن حزم نے کہی ہے (المحلی ۸۶/۲، مسئلہ نمبر ۲۱۲) ابن قدامہ نے کہا: اس پر صحابہ کا اجماع ہے (المغنی ج ۱ ص ۱۸۱، مسئلہ ۴۲۶)

معلوم ہوا کہ جرابوں پر مسح کے جائز ہونے کے بارے میں صحابہ کا اجماع ہے رضی اللہ عنہم اجمعین، اور اجماع شرعی حجت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''اللہ میری امت کو گمراہی پر کبھی جمع نہیں کرے گا'' (المستدرک للحاکم: ۱۱۶/۱ ح ۳۹۷، ۳۹۸) نیز دیکھئے '' ابراء اهل الحديث والقرآن مما في الشواهد من التهمة والبهتان '' ص ۳۲ تصنیف حافظ عبداللہ محدث غازی پوری (متوفی ۱۳۳۷ھ) تلمیذ سید نذیر حسین محدث الدہلوی رحمہما اللہ تعالیٰ

مزید معلومات:

۱: ابراہیم النخعی رحمہ اللہ جرابوں پر مسح کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱۸۸/۱ ح ۱۹۷۷) اس کی سند صحیح ہے۔
۲: سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے جرابوں پر مسح کیا۔ (ایضاً ۱۸۹/۱ ح ۱۹۸۹) اس کی سند صحیح ہے۔
۳: عطاء بن ابی رباح جرابوں پر مسح کے قائل تھے۔ (المحلی ۸۶/۲)

معلوم ہوا کہ تابعین کا بھی جرابوں پر مسح کے جواز پر اجماع ہے۔ والحمدللہ

حقیقی اور سچی عزت

حافظ طارق مجاہد یزمانی

قال اللّٰہ عزوجل: ﴿اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَاللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ﴾
یقیناً اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے (الحجرات: ۱۳)

قال رسول اللّٰہ ﷺ: ''ألالافضل لعربي على أعجمي ولا لعجمي على عربي ولا لأحمر على أسود ولا لأسود على أحمر إلا بالتقوى'' آگاہ ہو جاؤ کسی عربی کو عجمی پر، کسی عجمی کو عربی پر، کسی سرخ کو سیاہ پر اور کسی سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ اور پرہیزگاری کے ساتھ۔ (مسند احمد ۴۱۱/۵ ح ۲۳۸۸۵ وسندہ صحیح)

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے فرامین سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ: حقیقی اور سچی عزت مال و دولت، حسب ونسب، جاہ وجلال اور رنگ ونسل پر منحصر نہیں۔ یہ صرف تقویٰ سے حاصل ہو سکتی ہے۔

حافظ شیر محمد

سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے محبت

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾
اللہ مومنوں سے راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے تیری بیعت کر رہے تھے (الفتح:۱۸)

ان جلیل القدر اور خوش قسمت صحابہ کرام میں سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''**ومن مناقبه أن النبي ﷺ شهدله بالجنة ، وأنه من أهل بدر الذين قيل لهم: اعملوا ماشئتم...**'' إلخ اور آپ کے مناقب میں سے یہ بھی ہے کہ نبی ﷺ نے آپ کے جنتی ہونے کی گواہی دی، اور آپ بدری صحابیوں میں سے ہیں جن کے بارے میں (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: جو چاہو سو کرو [تمہاری مغفرت کر دی گئی ہے] (سیر اعلام النبلاء ۱/۷۸)

اس زمین پر ایک ایسا وقت بھی آیا کہ امام الانبیاء سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو دیکھا کہ نماز کی اقامت ہو چکی ہے اور (سیدنا) عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ لوگوں کو (امام بن کر) نماز پڑھا رہے ہیں۔ وہ ایک رکعت پڑھا چکے تھے کہ نبی کریم ﷺ تشریف لائے۔ جب عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو احساس ہوا کہ نبی ﷺ آ گئے ہیں تو مصلّیِ امامت سے پیچھے ہٹنا شروع کیا۔ آپ ﷺ نے اشارہ فرمایا کہ نماز پڑھاتے رہو۔ پس انہوں نے نماز پڑھائی، جب سلام پھیرا تو کیا ہوا؟ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی زبانی سنیں: ''**فلما سلّم قام النبي ﷺ وقمت فركعنا الركعة التي سبقتنا**'' پھر جب (عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے) سلام پھیرا تو نبی ﷺ اور میں کھڑے ہو گئے۔ ہماری جو رکعت رہ گئی تھی وہ پڑھی [پھر سلام پھیرا] (صحیح مسلم:۸۱/۲۷۴ وترقیم دارالسلام:۶۳۳)

معلوم ہوا کہ ایک دن، عذر کی وجہ سے امام الانبیاء ﷺ نے اپنے امتی عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی۔ پوری امت میں نبی کریم ﷺ کی امامت کا شرف صرف آپ کو ہی حاصل ہے۔

تنبیہ بلیغ: صحیح مسلم والی روایت کا مفہوم، بہت سی سندوں کے ساتھ درج ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے۔
کتاب الام للشافعی (۱/۳۲) ومسند احمد (۴/۲۴۹، ۲۵۱) ومسند عبد بن حمید (المنتخب: ۳۹۷) وسنن ابی داود (۱۴۹) وسنن النسائی (۱/۶۳، ۶۴ ح ۸۲ وسندہ صحیح) وصحیح ابن خزیمہ (۳/۸ ح ۱۵۱۴) وصحیح ابن حبان (الاحسان: ۱۳۴۴ دوسرا نسخہ: ۱۳۴۷) وموطا امام مالک (۱/۳۶ ح ۷۰) ومسند الدارمی (۱۳۴۱ دوسرا نسخہ: ۱۳۷۴) وعام کتبِ حدیث۔

اس حدیث پر امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے ''**باب ماجاء في صلوة رسول الله ﷺ خلف رجل من أمته**'' کا باب باندھا ہے (قبل ح ۱۲۳۶) نبی ﷺ نے وقت پر نماز باجماعت قائم کرنے میں صحابہ کرام کی تائید فرمائی۔
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: عبدالرحمٰن بن عوف جنت میں ہیں (سنن الترمذی: ۳۷۴۷ وإسنادہ صحیح / الحدیث: ۱۹ ص ۵۶)
ایک حدیث میں آیا ہے کہ (سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ نے اس وقت تک مجوسیوں سے جزیہ نہیں لیا جب تک (سیدنا)

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے گواہی نہ دے دی کہ رسول اللہ ﷺ نے ہجر (ایک علاقے) کے مجوسیوں سے جزیہ لیا تھا۔ (صحیح بخاری:۳۱۵۶، ۳۱۵۷)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے فرمایا: '' **فأنت عندنا عدل** '' پس آپ ہمارے (تمام صحابہ کے) نزدیک عادل (ثقہ، قابلِ اعتماد) ہیں (مسند ابی یعلیٰ ۲/۱۵۳ ح ۸۳۹ وسندہ حسن)

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: جب ہم مدینے آئے تو رسول اللہ ﷺ نے میرے اور سعد بن الربیع (الانصاری رضی اللہ عنہ) کے درمیان رشتۂ اخوت (بھائی چارا) قائم کروادیا (صحیح بخاری:۲۰۴۸)

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ عبدالرحمٰن بن عوف کو جنت کی سلسبیل (میٹھے چشمے) سے پانی پلائے (سنن الترمذی:۳۷۴۹ ملخصاً وإسنادہ حسن، وقال الترمذی: ھذا حدیث حسن غریب)

نبی ﷺ اپنی وفات تک عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے راضی تھے (دیکھئے صحیح بخاری: ۳۷۰۰، والحدیث: ۱۷ص ۴۸) آپ ان چھ اراکین مجلسِ شوریٰ میں سے ایک ہیں جنہیں امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد خلافت کا مستحق چنا تھا (دیکھئے صحیح بخاری:۳۷۰۰)

تنبیہ: ایک روایت میں آیا ہے کہ آپ (سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ) گھٹنوں کے بل گھسٹتے ہوئے جنت میں داخل ہوں گے (مسند احمد ۶/۱۱۵ ح ۲۵۳۵۳ من حديث عمارة بن زاذان عن ثابت عن أنس رضي الله عنه)

اس روایت کے ایک راوی عمارہ بن زاذان کے بارے میں امام احمد بن حنبل نے فرمایا: '' **یروی عن [ثابت عن] أنس أحادیث مناکیر** '' وہ (ثابت عن) انس سے منکر روایتیں بیان کرتا ہے (الجرح والتعدیل ۶/۳۶۶ وسندہ صحیح، وتہذیب التہذیب ۷/۳۶۵ طبع دار الفکر، والزیادۃ منہ) لہذا یہ روایت منکر (یعنی ضعیف ومردود) ہے اس روایت کے باطل ومردود شواہد کے لئے دیکھئے الموسوعۃ الحدیثیہ (۴۱/۳۳۸، ۳۳۹) اس قسم کی ضعیف ومردود روایات کی بنیاد پر بعض لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف ہرزہ سرائی کرتے رہتے ہیں حالانکہ ضعیف روایت کا وجود اور عدم وجود، ہونا اور نہ ہونا ایک برابر ہے (دیکھئے کتاب المجروحین لابن حبان ۱/۳۲۸ ترجمہ سعید بن زیاد)

سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ۳۲ھ کو مدینہ طیبہ میں فوت ہوئے۔

ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے (اپنے ابا) عبدالرحمٰن بن عوف کے جنازے میں (سیدنا) سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ عنہ) کو دیکھا وہ فرما رہے تھے کہ: '' **اذھب ابن عوف ببطنتک من الدنیا لم تتغضغض منھا بشيء** '' اے ابن عوف! آپ دنیا سے اس حال میں جا رہے ہیں کہ آپ نے اس کے ساتھ اپنے آپ کو ذرا بھی آلودہ نہیں کیا (مفہوم: المستدرک للحاکم ۳/۳۰۷ ح ۵۳۳۸ وسندہ صحیح)

سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی وفات پر امیر المؤمنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: '' **اذھب یا ابن عوف فقد أدرکت صفوھا وسبقت رنقھا** '' اے ابن عوف! جاؤ، تم نے دنیا کا بہترین حصہ پالیا اور گدلے (مٹی والے) حصے کو چھوڑ دیا (المستدرک للحاکم ۳/۳۰۸ ح ۵۳۴۷ وسندہ صحیح) **رضي الله عنهما.**

فضل اکبر کاشمیری

مکارم الاخلاق

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا:

﴿وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ﴾ اور بے شک آپ اخلاق کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہیں (القلم:۴)

ہمیں خوش اخلاقی میں رسول اللہ ﷺ کا نمونہ بننے کی کوشش کرنی چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ﴾ بے شک تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ (کی زندگی) میں بہترین نمونہ ہے (الاحزاب:۲۱)

نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے نیکی اور گناہ کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: ''**البر حسن الخلق والإثم ما حاک في صدرک وکرھت أن یطلع علیه الناس**'' نیکی حسن اخلاق (کا نام) ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور تو برا جانے کہ لوگ اس سے باخبر ہو جائیں (مسلم:۲۵۵۳)

ایک اور حدیث میں ہے: ''**ما من شئ یوضع فی المیزان أثقل من حسن الخلق وإن صاحب حسن الخلق لیبلغ به درجة صاحب الصوم والصلوٰۃ**'' میزان میں حسن اخلاق سے وزنی کوئی چیز نہ ہوگی اور بیشک حسن اخلاق والا وہ درجہ حاصل کر لیتا ہے جو ہمیشہ روزہ رکھنے والے اور نماز پڑھنے والے کے حصہ میں آتا ہے۔

(الترمذی:۲۰۰۳ وقال: ''ھذا حدیث غریب وإسنادہ حسن'')

ابوامامہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''**أنا زعیم ببیت فی ربض الجنة لمن ترک المراء وإن کان محقاً وببیت في وسط الجنة لمن ترک الکذب وإن کان مازحاً، وببیت في أعلی الجنة لمن حسن خلقه**'' میں اس شخص کے لئے جنت کے اطراف میں ایک گھر کی ضمانت دیتا ہوں جس نے جھگڑا چھوڑ دیا اگرچہ وہ حق پر ہو اور اس شخص کے لئے جنت کے وسط میں ایک گھر کا ضامن ہوں جس نے جھوٹ کا ارتکاب نہ کیا اگرچہ وہ مزاح کر رہا ہو۔ اور اس شخص کے لئے جنت کے اعلیٰ حصے میں ایک گھر کا ضامن ہوں جس کا اخلاق اچھا ہو۔

(ابوداود:۴۸۰۰ وإسنادہ حسن)

دوسری روایت میں ہے: ''**خیارکم أحسنکم اخلاقاً**'' تم میں سب سے بہتر وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔

(بخاری:۳۵۵۹ ومسلم:۲۳۲۱)

براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''**کان رسول اللّٰہ ﷺ احسن الناس وجھاً واحسنھم خلقاً**'' رسول اللہ ﷺ سب لوگوں سے زیادہ خوبصورت اور سب سے زیادہ حسن اخلاق والے تھے۔ (بخاری:۳۵۴۹ ومسلم:۲۳۳۷)

آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ وہ کونسا عمل ہے جو سب سے زیادہ لوگوں کو جنت میں داخل کرنے کا سبب بنے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کا ڈر اور حسن اخلاق۔ (الترمذی:۲۰۰۴ وقال: ''ھذا حدیث صحیح غریب'')